رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۶۹

لا اله الا الله محمد رسول الله

هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله

عسى ان يبعثك ربك مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر ریویو اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز

اردو رسالہ

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر (۳) مارچ ۱۹۲۵ء مطابق شعبان المعظم ۱۳۴۳ھ جلد (۲۴)

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبدالرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپا اور قادیان سے شائع کیا۔

حکومت کابل کے مظالم

غریب احمدیوں پر

۱۶- فروری بذریعہ تار خبر معلوم ہوا کہ حکومت کابل نے دو اور بیکس احمدی دوکانداروں کو سنگسار کر دیا محض اس جرم میں کہ وہ احمدی ہیں۔ اسکے متعلق وزیر خارجیہ کابل حضور وائسرائے ہند۔ پریذیڈنٹ آل انڈیا نیشنل کانگرس مسلم لیگ کو تار دیئے گئے ہیں تاکہ یہ لوگ اپنا فرض ادا کرنے کی طرف متوجہ ہوں ہماری فریاد تو خدا ہی کے حضور ہے جس کے ید قدرت میں ملکوت کل شئی ہے۔ خدا اس امیر کو سمجھ دے کہ وہ بیکس و بے بس مومنوں پر یہ ظلم نہ کرے۔ انشاء اللہ احمدیت کو وہ مٹا نہیں سکتا یہ تو اسی افغانستان میں روز افزوں ترقی کرے گی۔ یاتی علیک زمن کمثل زمن موسیٰ الہام حضرت مسیح موعودؑ کے مطابق ضرور تھا کہ ہم پر بنی اسرائیل کی یہ حالت بھی ہو اس کا علاج وہی ہے جو حضرت موسیٰؑ نے بتایا۔ استعینوا باللہ ؞

ریویو آف ریلیجنز سے گئے وی پی فروری کا رسالہ تمام خریداروں کے نام ۱۹۲۵ء کی قیمت پیشگی وصول کرنے کیلئے وی پی کیا گیا تھا۔ تقریباً ۱/۴ حصہ انکاری واپس آیا۔ رسالے کے خریدار پہلے ہی بہت کم ہیں احباب کی توجہ کا یہ حال ہے تو پھر اللہ ہی حافظ ہے رسالہ اس صورت میں کہ اخراجات آمد سے ڈیوڑھے ہوں کیونکر چل سکتا ہے اپنی طرف سے اسے بہتر سے بہتر مضامین کا مجموعہ بنانے اور وقت پر نکالنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا ؞

انجیل کبیر برادرم مرزا کبیر الدین احمد صاحب لکھنوی نے اپنی خاص طرز تحریر میں سلسلہ احمدیہ کے احوال پر مشتمل ایک رسالہ لکھا ہے زبان بالکل انجیل سی ہے بڑے کام کی چیز ہے احباب ضرور منگوا کر دیکھیں ؞

اشتہارات تجارت پیشہ احباب اس رسالہ کے لئے اشتہار بھجوایا کریں ؞

ٹریکٹ ہمارے پاس مختلف ٹریکٹ ہیں احباب محصولڈاک بھیجکر منگوا سکتے ہیں ؞

کتب فروختنی

براہین العقائد ۸/ - معارف القرآن ۸/ - مقصد مذہب ۳/ - مجمع البحرین ۵/ - کمالات احمدیہ ۶/ - مباحثہ سرگودھا التشریح الصحیح ۶/ - مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی ۱۲/ - شیعہ کے بیس سوالوں کے جواب ۶/ مباحثہ بمبئی ۱۰/ - بطلان مسئلہ قدامت مادہ و روح ۱/ - فائل تشحیذ الاذہان آٹھ سال عہ۲۰ مرہم عیسیٰؑ کی ڈبی خورد ۱۲/ - اہل بہار کی شریعت ۶/ ؞ ملنے کا پتہ تشحیذ قادیان ؞

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

لا مھدی الا عیسٰی

خدا کے مُرسلوں کے متعلق سُنّۃ اللہ

دنیا میں جب کبھی خدا کا کوئی برگزیدہ مبعوث ہوتا ہے۔ تو اس کی بعثت کے وقت دو گروہ دو متضاد خیالات والے پیدا ہو جایا کرتے ہیں ایک گروہ اس مبعوث کی تائید کرتا ہے اور ایک گروہ اس کی تکذیب۔ جو اِس خدائی سلسلہ کو اپنی بے فائدہ اور لاطائل کوششوں سے روکنا چاہتا ہے۔ لیکن آخر بندہ بندہ ہی ہے وہ خدا کا مقابلہ کہاں کر سکتا ہے ایک وقت مقررہ تک اس ڈھیل دیجاتی ہے آخر کار جب اس کی شوخی شرارت حدّ درجہ تک پُہنچ جاتی ہے خدا اس کو ایسی سزا دیتا ہے کہ بس پھر اُٹھنے کے قابل نہیں رہتا اور جہنم کے دروازہ پر اوندھے مُنہ گرایا جاتا ہے۔ یہ ایک قانون الٰہی ہے جو تمام انبیاء کی بعثت کے وقت قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جاری ہوتا رہا چنانچہ حضرت آدمؑ جب دنیا میں "خدا کا خلیفہ" خطاب پاکر آئے تو ان کے وقت بھی دو گروہ ہوئے ایک نے ان کی اطاعت کی ایک نے تکبّر کیا مگر سب کو معلوم ہے کہ مؤخر الذکر کا کیا حشر ہُوا آخر فاخرج منھا فانک رجیم وانّ علیک لعنتی الی یوم الدین کا خطاب پایا۔ پھر اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے وقت حتّٰی کہ اسی طرح حضرت محمد مصطفٰےؐ کے وقت بھی ہُوا چنانچہ ہر ایک زمانہ کے مکذّبین کا جو حال ہُوا وہ قرآن میں بالتفصیل درج ہے تباہ ہوئے برباد ہوئے ہلاک ہوئے۔ مگر وہ جنہوں نے سرِ تسلیم خم کیا اور خدا کے لئے اطاعت کو فخر سمجھا وہ آباد ہوئے سرافراز ہوئے کامیاب ہوئے اور مظفر و منصور ہ

زمانۂ حال میں اسکی مثال

اسی قانون کا ہم بھی ایک مبعوث کی بعثت کے وقت مشاہدہ کرتے ہیں۔ جس نے ہمارے اس زمانہ میں خدا کا حکم پاکر اس مھدی ہونیکا دعوٰی کیا جس کے متعلق آنحضرتؐ نے اُمّت محمّدیہ کو بشارت دی تھی کہ وہ اسلام کی گری ہوئی حالت کو درست کریگا۔ مگر قدیمی سُنّت اللہ کے ماتحت لوگوں نے اسکے دعوٰی کو غلط کہا اور اسکی مخالفت میں

کمربستہ ہوگئے اور اس کی دشمنی اس حد تک بڑھ گئی کہ ہر ایک اس فعل کو جس کو وہ ناجائز اور قرآن مجید کے صریح خلاف سمجھتے تھے جائز اور قرآن کی تعلیم کے عین مطابق خیال کرنے اور کہنے لگے کہ آنحضرت صلعم نے جس مہدی کی خبر دی تھی وہ لوگوں کو بزور شمشیر اسلام میں داخل کرے گا اور "لا اکراہ فی الدین" کو بالکل بھلا دیا۔

احادیث متعلق امام مہدی میں اختلاف

اس کے علاوہ اور بھی ایسی احادیث پیش کیں جو نہ صرف قرآن مجید کے خلاف بلکہ آپسمیں ایک دوسرے کے خلاف ہونیکے باعث ساقط الاعتبار کہلانے کے مستحق تھیں۔ اور راویوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے مردود کہلانے کے قابل تھیں۔ وہ احادیث جو یہ لوگ پیش کرتے ہیں میں ذیل میں درج کرکے ان کا تناقض اور راویوں کا ضعف ظاہر کروں گا اور ثابت کرونگا کہ یہ احادیث ضرور اپنے اندر کچھ نہ کچھ ملاوٹ رکھتی ہیں۔ اور ہم تک من وعن جس طرح کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا نہیں پہنچیں۔

اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب خلفاء اربعہ کی خلافت کے متولی مستقل طور پر بنی اُمیہ ہوگئے تو کئی لوگ ایسے بھی نکل آئے جو بنی فاطمہ کی خلافت چاہتے اور بعض بنی عباس کی خلافت کے حامی تھے اسطرح تین گروہ ہوگئے ایک گروہ تو بنی امیہ کے مددگاروں میں سے تھا جو یہ چاہتے تھے کہ انہی کی خلافت رہے اور دوسرا گروہ بنی فاطمہ کی حمایت میں تھا جو یہ چاہتا تھا کہ خلافت بنی فاطمہ کی طرف منتقل ہوجاوے اور ایک تیسرا گروہ تھا جو یہ چاہتا تھا کہ خلافت کے متولی بنی عباس ہوں۔ غرض ہر ایک فرقہ کا گروہ مختلف طریقوں سے لوگوں کو اپنے فرقہ کی طرف مائل اور دوسروں سے متنفر کرتا تھا۔ چنانچہ ایک بڑا طریقہ جو اس وقت لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا تھا وہ یہ تھا کہ ہر ایک فرقہ مہدی (جسکے متعلق وَجَبَ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ نَصْرُہٗ آیا ہے) کی پیشگوئیوں کو اپنے اوپر چسپاں کرنیکی کوشش کرتا۔ بنی فاطمہ کے حامی بنی فاطمہ پر ان کو چسپاں کرتے اور بنی عباس کے مددگار بنی عباس پر ان کو لگاتے۔ اس کشمکش میں یہ اختلاف پیدا ہُوا اور صحیح صحیح روایات پہنچنے میں ضرور کچھ نہ کچھ غلطی واقع ہوئی ورنہ ایک حدیث میں کچھ اور دوسری میں کچھ اور کا ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ (اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ لا مہدی الا عیسیٰ والی حدیث میں اس بات کا احتمال نہیں کیونکہ وہ حدیث ایسی ہے کہ نہ تو اس سے بنی فاطمہ کو تقویت پہنچتی ہے اور نہ ہی بنی عباس کو پس لا مہدی الا عیسیٰ والی حدیث کے صحیح ہونیکا ایک زبردست ثبوت یہ بھی ہے) اس بات کی بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ ان احادیث

میں سے ہر ایک حدیث کے راویوں پر اہل حدیث نے جرح کی ہے اور کوئی حدیث جرح سے خالی نہیں

پھر ایک **دوسری دلیل** اس بات کی یہ بھی ہے کہ یہ احادیث ان صحاح میں نہیں پائی جاتیں جنکو محدثین نے اعتبار کے لحاظ سے اوّل طبقہ کی احادیث کہا ہے۔ میری مراد اس سے بخاری اور مسلم اور مؤطا ہے۔ بخاری کو اوّل سے آخر تک پڑھ جاؤ کہیں بھی مہدی کے متعلق حدیث نہیں آئی اسطرح مسلم ہے جس میں سوائے ایک حدیث کے جس میں "خلیفہ" کا لفظ آیا ہے کوئی اور حدیث نہیں آئی۔ مؤطا کا بھی یہی حال ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کیا ان اماموں کو یہ خواہش نہ تھی کہ اُمت فتنہ سے بچے اور ٹھوکر نہ کھائے اگر تھی اور ضرور تھی تو کیا وجہ ہے کہ ان احادیث کو انہوں نے نہ نقل کیا اسکی وجہ اس کے سوائے کیا ہو سکتی ہے کہ انہوں نے ان احادیث کے راویوں کو ضعیف سمجھ کر اور ان احادیث کے آپسمیں تناقض کو دیکھ کر ان کو چھوڑ دیا اور ان بزرگوں کو احادیث کے راویوں کا علم تھا کہ یہ کیسا آدمی ہے اس سے حدیث لے لینا چاہیئے یا نہ۔ وہ ائمہ جو انکے بعد ہوئے جنہوں نے ان احادیث کو اپنی صحاح میں نقل کیا ہے وہ بہت دیر بعد ہوئے مگر پھر بھی ہم کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے حتیّ الوسع کوشش کی کہ احادیث کے راوی ثقہ ہوں بعض نے اس خیال سے اُن سے احادیث نقل کر لیں کہ بعد میں پھر تنقید کی جاویگی لیکن کسی وجہ سے پھر وہ ایسا نہ کر سکے۔

مستدرک امام حاکم

چنانچہ امام حاکم کے مستدرک کے متعلق یہی لکھا ہے کہ انہوں نے کتاب مرتب کی یہ مدِ نظر رکھتے ہوئے کہ بعد میں تنقیح اور تنقید ہو جائیگی۔ مگر آپ جلدی وفات پا گئے جس وجہ سے یہ کام رُک گیا۔ چنانچہ امام حاکم کے متعلق لکھا ہے۔ قال البلقینیؒ قد جمع الحافظ الذھبی زھاء مائۃ حدیثٍ موضوعٍ من احادیث المستدرك وشنّع علیه غایة التّشنیع فی بعض المواضع و قال الحافظ ابن حجر انّما وقع للحاکم التساھل لانّہ سوّد الکتاب لِیُنَقِّحَہٗ فاعجلتہُ المنیّۃُ ۔ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ امام حاکم جنہوں نے مستدرک لکھی ہے ان کے متعلق بلقینی نے کہا ہے کہ حافظ ذہبی نے قریباً ایک سو موضوع حدیث جمع کی ہے مستدرک کی احادیث سے اور بعض موقعوں پر بہت سخت تشنیع کی ہے۔ اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ امام حاکمؒ کو غلطی اس لئے لگی۔ انہوں نے کتاب لکھ لی اور چاہتے تھے کہ بعد میں تنقیح کرونگا مگر آپ جلدی وفات پا گئے۔ اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ اس کتاب میں بھی جس کو حاکم کی مستدرک کہا جاتا ہے۔ مہدی کے متعلق احادیث آئی ہیں۔

پس ہم مانتے ہیں کہ ائمہ حدیث نے ہم پر مہربانی کی اور بہت احتیاط سے کام لیا مگر پھر بھی بعض غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں۔ بہرحال ہم ان کے زیر بار احسان ہیں ٭

احادیث متعلقہ امام مہدی میں تناقض و تضاد

ذیل میں ان احادیث کو نقل کرتا ہوں جو مہدی کے متعلق ان احادیث میں آئی ہیں یا مہدی کے متعلق سمجھی جاتی ہیں۔ اور ان سے ثابت کرونگا کس طرح ہر ایک دوسرے سے متناقض اور متضاد ہے۔

امام مہدی مدینہ سے مکہ جائے گا

چنانچہ ایک حدیث ابوداؤد باب المہدی میں مذکور ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ مہدی مدینہ سے مکہ کی طرف جاویگا۔ اور وہ یہ ہے:۔ عن ام سلمۃ عن النبی علیہ السلام قال یکون اختلاف عند موت خلیفۃٍ فیخرج رجل من اہل المدینۃ ھاربًا الی مکۃ فیأتیہ ناسٌ من اہل مکۃ فیخرجونہٗ وھو کارہٌ فیبایعونہٗ بین الرکن والمقام ویُبعث الیہ بعثٌ من الشام فیخسف بھم بالبیداء بین مکّۃ والمدینۃ فاذا رأی الناس ذالک اتاہُ ابدال الشام وعصائب اہل العراق فیبایعونہٗ ثم رجلٌ من قریش اخوالہٗ کلبٌ فیبعث الیھم بعثًا فیظھرون علیھم ذالک بعث الکلب والخیبۃ لمن لم یشھد غنیمۃ کلب۔ فیقسم المال ویعمل فی الناس لسنۃ نبیّھم صلی اللہ علیہ وسلّم ویلقی الاسلام بجرانہ علی الارض فیلبث سبع سنین ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون۔ ترجمہ:۔ ام سلمہ نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آپنے فرمایا جو ایک خلیفہ کی موت پر اختلاف ہوگا اور اس وقت ایک آدمی مدینہ والوں میں سے مکہ کی طرف بھاگتا ہوا آویگا اہل مکہ اس کی طرف آوینگے اور رکن اور مقام ابراہیمؑ کے درمیان بیعت کرینگے بحالیکہ وہ اس پر پورے طور سے راضی نہ ہوگا۔ اس پر ایک لشکر شام کی طرف سے بھیجا جاویگا جو اس میدان میں جو مکّہ اور مدینہ کے درمیان ہے دھنس جاویگا۔ جب یہ بات لوگ دیکھیں گے تو شام کے ابدال اور عراق کے بزرگ آکر اس کی بیعت کرینگے۔ اسکے بعد ایک آدمی قریش میں سے کہ بنی کلب اس کے رشتہ میں ماموں ہونگے ان پر ایک لشکر بھیجیگا جو ان پر غالب آویگا اور بدبخت ہے وہ آدمی جو بنی کلب کی غنیمت میں شامل نہ ہُوا۔ پس وہ مال تقسیم کریگا اور اپنے نبی علیہ السلام کی سُنّت پر لوگوں میں عمل کریگا اور اسلام خوب مضبوط ہوجاویگا وہ سات برس زندہ رہیگا پھر فوت ہوجاویگا اور مسلمان اس کا جنازہ پڑھیں گے۔

اس حدیث کو مہدی کے باب میں ذکر کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ ائمہ نے اس حدیث کو مہدی پر چسپاں کیا ہے۔ ورنہ اس کو باب المہدی میں ذکر کرنیکا کیا مطلب۔ اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

۱۔ ایک یہ کہ مہدی مدینہ سے نکلیگا اور مکّہ میں بیعت لیگا۔ ۲۔ دوم یہ کہ قریش میں سے ان کا والد ہوگا

اور بنی کلب سے ماں ہوگی۔ ۳۔ سوم وہ سات برس زندہ رہیں گے۔

پہلے مَیں مہدی کی جائے خروج کے متعلق کچھ بیان کرتا ہوں کہ اور احادیث میں جائے ظہور کونسی ہے۔ سو یاد رہے کہ یہاں تو مہدی کے خروج کی جگہ یہ بتائی ہے کہ مدینہ سے مکّہ کو نکل کر جاوے گا۔

امام مہدی کا ظہور خراسان سے

لیکن ایک دوسری حدیث بالکل اس کے اُلٹ ہے اور اس میں جائے ظہور کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ خراسان ہوگا چنانچہ فرمایا:-

اذا رئیتم الرایات السود قد جاءت من قبل خراسان فأتوھا فان فیھا خلیفة اللہ المھدی۔ رواہ احمد عن ثوبان (مسند امام احمد بن حنبل)

ترجمہ۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم دیکھو سیاہ جھنڈوں والوں کو خراسان کی طرف سے آتے ہوئے تو ان کے پاس جاؤ کیونکہ ان میں خلیفة اللہ مہدی ہوں گے۔

گویا اس حدیث میں جائے خروج بالکل برعکس ہے پہلی کے۔

امام مہدی قدعہ سے ظاہر ہونگے

لیکن ایک اور روایت بھی ہے جو ان دونو سے بالکل متناقض پڑی ہے اور وہ یہ ہے:-

یخرج المھدی من قریة یقال لھا کدعة (جواہر الاسرار)

ترجمہ۔ مہدی ایک بستی سے نکلیگا جس کا نام کدعہ ہوگا۔

امام مہدی تہامہ سے نکلیں گے

جائے خروج کے متعلق چوتھی روایت یہ ہے کہ امام مہدی کا "تھامہ" جگہ سے خروج ہوگا۔ چنانچہ جواہر الاسرار کا مصنف لکھتا ہے:-

یحکم بالعدل ویأمر بہ ویخرج من تھامہ۔ یعنی مہدیؑ فیصلہ عدل کے ساتھ کرینگے اور اسی کا اَوروں کو حکم دینگے اور "تہامہ" سے ظاہر ہونگے۔

امام مہدی کا خروج مغرب سے

جائے خروج کے متعلق پانچویں روایت یہ بھی ہے کہ مغرب کی طرف سے مہدی کا خروج ہوگا۔ چنانچہ حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۵ میں لکھا ہے کہ مہدی مغرب کی طرف سے نکلیگا۔

امام مہدی حجاز سے

ایک چھٹی روایت بھی ہے جس میں لکھا ہے کہ مہدی حجاز سے نکل کر دمشق کو جاویگا اور وہاں منبر پر رونق افروز ہوگا۔ دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۵

امام مہدی کا تولد مکّہ

ساتویں روایت ہے کہ مکّہ میں تولد ہوگا چنانچہ علی متقی نے رسالہ "مہدی" میں لکھا ہے۔ "تولد او در مکّہ معظمہ باشد" یعنی مہدی کا تولد مکّہ معظمہ میں ہوگا۔

امام مہدی ماوراء النہر سے آٹھویں روایت میں "وراء النہر" کا لفظ ہے۔ چنانچہ ابو داؤد میں یہ روایت ہے:۔

عن علی انه یقول قال النبیؐ یخرج رجل من وراء النهر یقال له منصور یمکن لآل محمد کما مکنت قریش لرسول الله۔

امام مہدی مشرق سے نویں روایت میں پانچویں روایت سے بالکل الٹ ہے چنانچہ نجم الثاقب صفحہ ۵۶ جلد اول میں ایک روایت بیان کی ہے۔ وہ یہ ہے:۔

عن عبد الله بن عمر انه قال یخرج رجل من ولد حسن بن علی من قبل المشرق الخ

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نکلیگا حضرت حسن بن علیؓ کی اولاد سے مشرق کی طرف سے الخ

یہ وہ نو روایتیں ہیں جن میں جائے ظہور مہدی کا اختلاف ہے۔ اب ہم کونسی روایت مانیں اور کونسی ترک کردیں۔ اس قدر اختلاف ایک شخص کے کلام میں نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہونگے کہ امام مہدی کے جائے ظہور میں کسی کا سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ پر معترض ہونا غیر معقول ہے کیونکہ جب روایات میں ہی اختلاف ہے تو ہم فیصلہ کیا کریں۔

اس بات میں اختلاف کہ مہدی کس کی اولاد سے ہوگا۔ اب میں دوسری بات (کہ مہدی کس کی اولاد سے ہوگا) کو لیتا ہوں۔ سو واضح رہے کہ جس طرح مہدی معہود کے جائے ظہور میں سخت اختلاف ہے اسی طرح اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ مہدی کس کی اولاد سے ہوں گے۔

امام مہدی قریش سے سب سے پہلی روایت جو ابو داؤد سے میں نے نقل کی تھی اس میں تو بتایا گیا ہے کہ وہ قریش میں سے ہوگا اور ابن عساکر سے منقول ہے کہ مہدی اولاد عمرؓ میں سے ہوگا لیکن اسکے خلاف ایک

امام مہدی اولاد فاطمہؓ سے دوسری روایت ہے اس میں لکھا ہے کہ مہدی اولاد فاطمہؓ سے ہوگا۔ چنانچہ کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۸۶ میں روایت ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں:۔

المهدی من عترتی من ولد فاطمه اور صفحہ ۲۱۸ پر ہے کہ آپ نے فرمایا البشری یا

فاطمة فان المهدی منكِ۔

امام مہدی اولاد حسن رضؓ سے

پھر تیسری روایت ہے اس میں ہے کہ حضرت حسنؓ کی اولاد سے مہدی ہوگا چنانچہ ابو داؤد میں یہ روایت ہے:۔ عن ابی اسحاق قال قال علیؓ ونظر الی ابنه الحسن ان ابنی هذا سیدٌ کما سماه النبیؐ سیخرج من صلبه رجلٌ یسمّی باسم نبیّکم

ترجمہ۔ ابو اسحاق روایت کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے امام حسنؓ کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے جیسا کہ آنحضرتؐ نے انکو یہ نام دیا۔ اس کی اولاد سے ایک آدمی نکلیگا جس کا نام تمھارے نبی کے نام پر ہوگا۔" اس حدیث میں ہے کہ مہدی حضرت حسنؓ کی اولاد سے ہوگا۔

امام مہدی اولاد حسینؓ سے

مگر چوتھی روایت یہ بھی ہے کہ حضرت حسینؓ کی اولاد سے ہوگا چنانچہ نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۱۱۳ میں ہے:۔ انّ المهدی من ولد الحسین۔ رواه ابن عساکر عن جابرٍ۔

امام مہدی اولاد حسنَین سے

لیکن ایک پانچویں روایت ہے جس میں کہ حسنؓ اور حسینؓ دونوں کی اولاد سے مہدی کے ہونیکا ذکر ہے یعنی اگر ماں حسنی ہے تو باپ حسینی ہوگا اور یا اس کا عکس کہ ماں حسینی ہے تو باپ حسنی ہوگا۔ چنانچہ طبرانی نے کبیر میں یہ روایت نقل کی ہے۔ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لفاطمة والذی بعثنی بالحق ان منهما یعنی من الحسن والحسین مهدی هذه الامة۔

امام مہدی بنی عباس میں سے

چھٹی روایت یہ ہے کہ بنی عباس میں سے ہوگا۔ چنانچہ حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۶ میں یہ روایت نقل کی ہے۔ عن ابن عباسؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال له اللّٰهم انصر للعباس وولد عباس قالها ثلاثاً ثم قال یا عمّ اما بشّرت انّ المهدی من ولدك۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۹ میں "منك المهدی فی اٰخر الزّمان" فرمایا حضرت عباسؓ کو۔

امام مہدی محض اُمّتی ہوگا

ساتویں روایت یہ ہے کہ مہدی تمام اُمّت میں ہوگا چنانچہ ابو داؤد اور مشکوٰۃ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے:۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللهؐ یخرج رجلٌ من اُمّتی یقول بسنّتی ینزل الله له القطر من السّماء وتخرج الارض برکتها وتملأ الارض منه قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً وظلماً یملك سبع سنین۔

اس میں امام مہدی کے متعلق فرمایا "رجلٌ من اُمّتی" ہوگا۔ اور نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۱۱۲ میں یہ روایت نقل کی ہے۔ حدّثنا عبد الرزاق ثنا جعفر ابن سلیمان عن المعلّی ثنا العلاء بن بشیر عن ابی سعید عن النبیؐ ابشّرکم بالمھدی یُبعَث فی اُمّتی علیٰ اختلافٍ من الناس۔ اس حدیث میں بھی کوئی تخصیص نہیں کی بلکہ عام رکھا۔ پس یہ سات روایات ہیں جن میں مہدی کے متعلق اختلاف ہے کہ کس کی اولاد سے ہوگا۔

زمانہ مہدی کے متعلق اختلاف اب میں تیسری بات کو لیتا ہوں کہ "زمانہ مہدی" کے متعلق احادیث میں کیا آیا ہے۔

زمانہ مہدی سات سال سب سے پہلی روایت میں ہم بتا آئے ہیں کہ زمانہ مہدی سات سال بتلایا گیا ہے۔

زمانہ مہدی نُو سال مگر جہاں ابوداؤد میں یہ سات سال والی روایت ہے وہاں ساتھ ہی ایک دوسری روایت میں نُو سال زمانہ مہدی بتلایا ہے چنانچہ لکھا ہے:-

حدثنا ھارون بن عبد اللہ ثنا عبد الصّمد عن ھمام عن قتادۃ بھذا الحدیث وقال تِسعَ سِنِین۔ یعنی مہدی نُو برس مالک رہیگا۔

زمانہ مہدی تیس سال تیسری روایت یہ ہے کہ تیس چالیس برس زندہ رہیگا۔ چنانچہ آیا ہے:-

عن علیؓ قال یلی المھدی امر الناس ثلاثین او اربعین سنۃً رواہ نعیم بن حمادٍ۔

زمانہ مہدی دس سال چوتھی روایت میں ہے کہ دس سال رہینگے چنانچہ طبرانی نے ایک روایت کی ہے اور وہ یہ ہے:- یملک عشر سنین یستخرج الکنوز و یفتح مدائن الشرک رواہ الطبرانی عن ابی امامہ۔

زمانہ مہدی آٹھ سال پانچویں روایت میں سات سال یا آٹھ سال آیا ہے چنانچہ آیا ہے:-

یخرج فی آخر اُمّتی المھدی یسقیہ اللہ الغیث تخرج الارض نباتھا و یعطی المال و تکثر الماشیۃ و تعظم الامامۃ یعیش سبعاً او ثمانیۃً یعنی حِجَجاً۔ (کنز العمال جلد ۷)

اور حجج الکرامہ صفحہ ۳۸۰ پر ہے۔ روایات در مدت ملک مہدی مختلف آمدہ در بعض پنج یا ہفت یا نُہ بر تردید آمدہ و در بعض ہفت و در بعض اگر کم ماند پنج سال و اگر دیر ماند نُہ سال و در بعض نوزدہ (۱۹) سال و چند ماہ و در بعض بست (۲۰) سال و در بعض بست و چہار (۲۴) سال و در بعض سی (۳۰) سال و در بعض چہل (۴۰) سال۔

امام مہدی کے نام کے متعلق اختلاف چوتھی بات جسمیں روایات کا اختلاف ہے وہ مہدی کے نام کے متعلق ہے،

امام مہدی کا نام محمدؐ بعض میں ہے مہدی کا نام محمدؐ ہوگا۔ چنانچہ ابوداؤد اور ترمذی میں ایک روایت ہے اور وہ یہ ہے:۔ لاتذھب الدنیا حتی یملک رجل من اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی۔

امام مہدی کا نام عیسیٰ ایک دوسری روایت ہے جس میں مہدی کا نام عیسےٰ بتلایا گیا ہے۔ دیکھو جواہر الاسرار

امام مہدی کا نام احمدؐ اور ایک تیسری روایت ہے۔ کہ "ایک پکارنے والا آسمان سے پکاریگا یاایھا الناس ان اللہ قد قطع عنکم الجبارین والمنافقین واشیاعھم وولاکم خیر امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فالحقوہ بمکۃ فانہ المھدی[1] واسمہ احمد بن عبداللہ۔

ان احادیث میں باپ کے متعلق بھی آگیا کہ ان کا نام عبداللہ ہوگا لیکن شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ باپ کا نام حسن ہوگا۔ (دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۲)

وقت ظہور کے متعلق اختلاف پانچواں امر جس میں اختلاف ہے وہ امام مہدی کے زمانہ ظہور کے متعلق ہے۔

امام مہدی زمانہ وسط میں بعض جگہ آیا ہے کہ مہدی آنحضرتؐ کے ساتھ ملحق زمانہ میں ظاہر ہوگا چنانچہ کنز العمال جلد ۷ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ لن تھلک امۃ انا فی اولھا وعیسے بن مریم فی اٰخرھا والمھدی فی وسطھا۔

امام مہدی زمانہ آخر میں ایک دوسری روایت ہے جسمیں مہدی کا زمانہ ظہور آخر زمان بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت نبیؐ نے حضرت عباسؓ کو مخاطب کرکے فرمایا "ومنک المھدی فی آخر الزمان" کنز العمال جلد

امام مہدیؑ و مسیحؑ ایک ہی وقت میں اور ایک تیسری روایت میں ہے کہ مہدی اور عیسیٰؑ کا زمانہ ایک ہی ہوگا چنانچہ کنز العمال جلد ۷ میں مہدی کے متعلق فرمایا یملأھا عدلاً کما ملئت جوراً و ھوالذی یصلی بعیسیٰ ابن مریم۔

پس یہ احادیث قابل حجت نہیں مَیں ان پانچ امور میں احادیث کا آپسمیں تناقض و تضاد ثابت کرنے کے بعد اب اس بات کے کہنے کی جرأت کرسکتا ہوں کہ کم از کم ان پانچ امور کے متعلق حضرت مرزا صاحبؑ پر اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ جب ہر ایک حدیث دوسری حدیث کے بالکل خلاف پڑی ہوئی ہے

---

[1] فانہ المھدی واسمہ احمد (اقتراب الساعہ صفحہ ٦٦)

تو ہم کس کو ٹھیک اور صحیح مانیں۔

ہاں قدر مشترک صحیح ہے

البتہ قدر مشترک ان احادیث کا اور وہ احادیث جو ایک دوسرے کے مخالف نہیں ان کو حضرت مرزا صاحبؑ پر چسپان کر کے دیکھیں تو آپ ان نشانات پر پورے اُترتے ہیں۔ مثلاً لیلقی الاسلام بجرانہ علی الارض (اسلام اس زمانہ میں مضبوط ہوجائیگا) والی نشانی حضرت مرزا صاحبؑ پر پورے طور پر چسپان ہوتی ہے اور یمکن لآل محمدؐ کے آپ پورے پورے مصداق ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی وہ نشانیاں جو متفق طور پر مہدی کے متعلق احادیث میں مندرج ہیں وہ آپؑ میں پائی جاتی ہیں۔ اِنَّ لِمَھدِینا آیتین وغیرہ وغیرہ۔ جن کو انشاء اللہ کسی دوسرے موقعہ پر بیان کیا جاویگا *

احادیث متعلق امام مہدی پر جرح

اب میں مدعا کو اور قوی کرنے کے لئے مہدی کی تمام احادیث کے راویوں پر منقدانہ نظر سے بحث کرونگا تا معلوم ہو کہ محدثین کے نزدیک وہ کس پائے کے آدمی تھے سو یاد رہے کہ مہدی کے متعلق احادیث کے جسقدر بھی رُوَاۃ ہیں انمیں سے کوئی بھی خالی از جرح نہیں ہے۔ ذیل میں میں چند احادیث کو نقل کرونگا۔

احادیث متعلقہ قومیت مہدی پر جرح

(۱) پہلی حدیث جو ابوداؤد میں درج ہے۔ وہ یہ ہے:۔ عن ام سلمۃ عن النبی علیہ السلام قال یکون اختلافٌ عند موتِ خلیفۃٍ فیخرج رجلٌ من اھل المدینۃ ھارباً الی مکۃ فیاتیہ ناسٌ من اھل مکۃ فیخرجونہٗ و ھو کارہٌ فیبایعونہٗ بین الرکن والمقام الخ اس حدیث کا ایک راوی قتادہ ہے اس پر جو محدثین نے جرح کی ہے ہم نقل کرتے ہیں ابن خلدون ۲۶۳ؔ وقتادۃ مدلّسٌ۔ وقد عنعنہٗ والمدلّس لایقبل من حدیثہٖ الّا ما صرّح فیہ بالسّماع یعنی قتادہ مدلّس ہے (یہ ایک محدثین کی اصطلاح ہے) اور اس نے حدیث کو عن فلانٍ عن فلانٍ کر کے بیان کیا ہے۔ حالانکہ مدلّس کی حدیث قبول نہیں کی جاتی جب تک وہ سماع کی تصریح نہ کرے۔

(۲) دوسری حدیث جو ابوداؤد میں حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ یہ ہے۔ عن علیٍ عن النبیؐ علیہ السّلام لولم یبق من الدھر الا یومٌ لبعث اللہ فیہ رجلاً من اھل بیتی یملأھا عدلاً کما مُلئت جوراً۔

اس حدیث میں ایک راوی قطن ہے اسکے متعلق ابن خلدون صفحہ ۲۶۲ میں لکھا ہے:۔ قال احمد بن عبد اللہ بن یونس کنا نمرّ علی قطن وھو مطروح لا نکتب عنہ وقال مرّۃ۔ کنتُ امرّ بہ وادعہ مثل الکلب۔ وقال الدّارقطنی لایحتجّ بہ وقال ابوبکر بن عیاشٍ ماترکت الرّوایۃ عنہ الّا لسوءِ مذھبہ وقال الجرجانی زائغٌ غیر ثقۃٍ۔ **ترجمہ**:۔ احمد بن عبداللہ بن یونس فرماتے

ہیں قطن کے پاس سے ہم گذرتے تھے اور اس کو چھوڑ دیتے تھے اور دار قطنی (بہت بڑا محدّث) نے کہا کہ اسکی حدیث کے ساتھ دلیل نہ پکڑی جاوے اور ابوبکر بن عیاش نے کہا ہے کہ میں نے اس سے روایت چھوڑ دی کیونکہ اس کا مذہب اچھا نہ تھا اور جرجانی نے کہا ہے کہ کج رائے تھا اور ثقہ نہ تھا۔

(۳) تیسری حدیث امام حاکمؒ کے مستدرک میں ہے۔ اور وہ یہ ہے عن ابی سعید قال ذکر رسول اللہ صلعم بلاءً یصیب ھذہ الامۃ حتّٰی لا یجد الرجلُ ملجأً الیہ من الظلم فیبعث الیہ رجل من عترتی واھل بیتی الخ امام حاکم کی کتاب "مستدرک" کے متعلق ہم نے پہلے درج کر دیا ہے کہ اس کے متعلق ائمہ کا کیا خیال ہے۔

(۴) چوتھی حدیث جو ابوداؤد میں ہے جس کے راویوں میں سے ایک راوی علی بن نفیل بھی ہے یہ ہے:۔ عن ام سلمۃ قالت سمعت رسول اللہ صلعم یقول المھدی من ولد فاطمۃ۔ علی بن نفیل کے متعلق ابن خلدون صفحہ ۲۶۲ میں لکھا ہے کہ قد ضعّفہ ابو جعفر العقیلی وقال لا یتابع علیہ علی بن نفیل ولا یعرف الّا بہ۔ یعنی ابو جعفر عقیلی نے علی بن نفیل کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ صرف اس حدیث کے ساتھ پہچانا جاتا ہے۔

(۵) پانچویں حدیث جو ابوداؤد میں ہے ابوسعید الخدری رضؓ سے مروی ہے اسکے راویوں میں سے ایک راوی عمران القطّان بھی ہے وہ یہ ہے:۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلعم المھدی منّی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما مُلئت ظلماً وجوراً ویملک سبع سنین عمران القطان کے متعلق ابن خلدون صفحہ ۲۶۳ پر یوں لکھا ہے:۔ مختلفٌ فی الاحتجاج بہٖ وانّما اخرج لہ البخاری استشھاداً لا اصلاً وکان یحیی القطّان لا یحدّث عنہ وقال یحیی ابن معین لیس بالقویّ وقال مرّۃ لیس بشیءٍ وقال احمد بن حنبل وارجو انّما یکون صالح الحدیث وقال یزید بن الزّریع کان حروریّاً وکان یری السّیف علی اھل القبلہ وقال النسائیؒ ضعیفٌ۔ ترجمہ۔ عمران القطان کی حدیث کو دلیل پکڑنے کے بارے میں اختلاف ہے اور بخاری نے اسکی حدیث کو صرف دوسری حدیث کی شہادت کے طور پر نقل کیا ہے اصل کے طور پر نہیں یحیٰی القطان اس سے حدیث نہیں لیتا تھا اور یحیٰی بن معین نے کہا ہے کہ قوی نہیں ہے اور مرّہ نے کہا کہ کچھ نہیں اور احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ اسکی حدیث اچھی ہو (گویا اعتماد ظاہر نہیں کیا) اور یزید بن زریع نے کہا ہے کہ اس کا اعتقاد خوارج کا سا تھا اور وہ اہل قبلہ پر تلوار چلانا جائز سمجھتا تھا اور نسائیؒ نے کہا ہے کہ ضعیف تھا۔

(۶) احادیث متعلقہ اسم مہدی

اب نام والی احادیث لو ایک حدیث ابوداؤد میں ہے جس میں ہارون اور عمرو بن ابی قیس اور ابو اسحاق راوی ہیں اور وہ حدیث یہ ہے۔ قال علی ونظر الی ابنہ الحسن ان ابنی ھذا سیّدٌ کما سمّاہُ النبیّ صلعم وسیخرج من صلبہ

رجل یسمیٰ باسم نبیکم یشبہ فی الخلق ولا یشبہ فی الخلق یملأ الارض عدلاً۔ مذکورہ بالا تین راویوں کے متعلق ابن خلدون صفحہ ۲۶۲ پر یوں لکھا ہے:۔ **ھارون** ۔ سکت علیہ ابوداؤد وقال فی موضع فی ھارون ھو من ولد الشیعہ وقال السلیمانی فیہ نظر۔ ترجمہ۔ ہارون پر ابوداؤد نے سکوت اختیار کیا اور ایک جگہ کہا کہ شیعہ تھا۔ اور سلیمانی نے کہا ہے کہ کچھ ایسا ویسا آدمی تھا۔ **عمرو بن ابی قیس**۔ قال ابوداؤد لا بأس بہ خطأ وقال الذھبی صدق لہ اوھام۔ ترجمہ ابوداؤد نے کہا ہے کہ خطا کرنے والا تھا مگر کوئی حرج نہیں اور ذہبی نے کہا ہے کہ سچا تو ہے مگر وہمی سا تھا۔ **ابو اسحاق**۔ وان اخرج منہ الشیخان فی الصحیحین فقد ثبت انہ اختلط آخر عمرہ۔ وروایتہ عن علیؓ منقطعتہ۔ یعنی بخاری اور مسلم نے اس سے حدیثیں لی ہیں مگر یہ ثابت ہے کہ آخری عمر میں بہک گیا تھا اور اس کی روایت علیؓ سے منقطع ہے۔

(۷) دوسری روایت جس میں مہدی کا نام محمدؐ آیا ہے وہ ابوداؤد میں مندرج ہے اور اس کے راویوں میں سے ایک راوی عاصم بھی ہے اور وہ یہ ہے:۔ عن عبد اللہ بن مسعود عن النبیؐ لو لم یبق من الدنیا الا یوماً بطول اللہ ذالک الیوم حتی یبعث اللہ فیہ رجلاً منی او من اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی۔ **عاصم** کے متعلق جو اس حدیث کا راوی ہے تاریخ ابن خلدون صفحہ ۲۶۶ پر یوں لکھا ہے:۔ قال محمد بن سعد کان ثقۃ الا انہ کثیر الخطأ فی حدیثہ وقال یعقوب بن سفیان فی حدیثہ اضطراب وقال عبد الرحمٰن بن ابی حاتم قلت لابی ان ابا زرعۃ یقول عاصم ثقۃ قال لیس محلہ ھذا وقد تکلم فیہ ابن علیۃ فقال کل من اسمہ عاصم سیئ الحفظ وقال ابو حاتم محلہ عندی محل الصدق صالح الحدیث ولم یکن بذالک الحافظ واختلف فیہ قول النسائی وقال ابن خراش فی حدیثہ نکرۃ وقال ابو جعفر لم یکن فیہ الا سوء الحفظ وقال الدارقطنی فی حفظہ شیئ وقال یحیی القطان ما وجدت رجلاً اسمہ عاصم الا وجدتہ ردی الحفظ وقال ایضاً سمعت شعبۃ یقول حدثنا عاصم بن ابی النجود وفی الناس ما فیھا وقال الذھبی ثبت فی القرأۃ وفی الحدیث دون الثبت۔ صدوق فھم وھو حسن الحدیث وان احتج احد بان الشیخین اخرجالہ فنقول اخرجالہ مقروناً بغیرہ لا اصلاً۔

ترجمہ۔ عاصم کے متعلق محمد بن سعد نے کہا ہے کہ ثقہ تھا مگر بہت غلطیاں کرنیوالا تھا یعقوب بن سفیان نے کہا کہ اسکی حدیث میں اضطراب ہے، اور عبد الرحمٰن بن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے ذکر کیا کہ ابو زرعہ کہتا ہے کہ عاصم ثقہ (معتبر) ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کا یہ درجہ نہیں ہے اور ابن علیہ نے بھی اس کے بارے میں

جرح کی ہے اور کہا ہے کہ جتنے لوگوں کا نام عاصم ہے بُرے حافظہ والے ہوتے ہیں اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ میرے نزدیک اس کا درجہ یہ ہے کہ سچا اور صالح الحدیث ہے مگر اسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ حافظ (بات یاد رکھنے والا) نہ تھا اور امام نسائی کے اقوال اس کے بارے میں مختلف آئے ہیں اور ابن خراش نے کہا ہے کہ اس کی حدیث میں امر قابل انکار اور اوپری باتیں ہوتی ہیں اور امام ابو جعفر عقیلی نے فرمایا ہے کہ اس میں سوء الحفظ کا نقص تھا اور دارقطنی نے فرمایا کہ اس کے حفظ میں کچھ کمی تھی اور یحیٰی القطان نے کہا ہے کہ جتنے آدمی میں نے عاصم کے نام والے دیکھے ہیں وہ سب ردّی حفظ والے ہیں اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ شعبہ سے میں نے سُنا ہے کہ وہ عاصم کی روایت بیان کرتے تھے اور لوگوں میں جو اس میں عیب تھے مشہور ہیں اور ذہبی نے فرمایا ہے کہ قرأت میں ثابت تھا مگر حدیث میں بجز ثابت تھا سچا تھا سمجھدار تھا اور اسکی حدیث حسن تھی اور اگر کوئی شخص دلیل پکڑے کہ امام بخاری اور مسلم نے اس کی حدیث نقل کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس کی حدیث دوسرے کے ساتھ ملا کر نکالی ہے اصل کے طور پر نہیں۔"

(۸) تیسری حدیث جو ترمذی میں ہے اس میں بھی راوی عاصم ہے اور اسمیں مہدی کا نام "محمدؐ" بتایا گیا ہے اور وہ یہ ہے۔ عن عبد اللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلّم لا تذھب الدنیا حتی یملک العرب رجلٌ من اھل بیتی یواطئ اسمہٗ اسمی۔

(۹) چوتھی روایت جس میں راوی یہی عاصم ہے ترمذی میں یوں آئی ہے عن عبد اللّٰہ عن النبیؐ قال یلی رجلٌ من اھل بیتی یواطئ اسمہٗ اسمی۔

(۱۰) ایک پانچویں روایت عاصم سے ترمذی میں یوں مذکور ہے۔ عن ابی ھریرۃ عن النبیؐ قال لو لم یبق من الدنیا الّا یوماً لطوّل اللّٰہ ذالک الیوم حتّٰی یلی رجلٌ من اھل بیتی یواطئ اسمہٗ اسمی۔

ان تمام احادیث کا مضمون اسقدر ہے کہ امام مہدی کا نام "محمد" ہوگا اور ان میں راوی عاصم ہے جس کے متعلق اوپر کافی بحث گذر چکی ہے اور ظاہر کیا جا چکا ہے کہ اقوال محدثین اسکے متعلق کیا آئے ہیں جس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کی احادیث کا درجہ کیا ہے آیا اس قابل ہیں کہ ان کو ایک مُدّعی کے خلاف پیش کر سکیں جسکی سچائی دوسرے نشانات سے ثابت ہے۔

(۱۱) وہ احادیث جنمیں مہدی کا بنی فاطمہ سے ہونا ظاہر ہوتا ہے

اب میں ان احادیث کو لیتا ہوں جن میں آیا ہے کہ مہدی بنی فاطمہ میں سے ہوگا ابن ماجہ میں ایسی بہت سی احادیث آئی ہیں

چنانچہ ایک حدیث جس کے راویوں میں سے ایک راوی یٰسین العجلی بھی ہیں ابن ماجہ میں یوں آئی ہے۔ عن علیؓ قال قال رسول اللہؐ المھدی منّا اھل البیت یصلح اللہ بہٖ فی لیلۃٍ۔ ترجمہ حضرت علیؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ مہدی میرے اہل بیت سے ہوگا خدا اس کے ذریعہ سے ایک رات میں اصلاح کریگا۔ یٰسین العجلی کے متعلق تاریخ ابن خلدون کا مصنّف یوں لکھتا ہے صفحہ ۲۶۵ وان قال ابن معینٍ لیس بہٖ شیءٌ فقد قال البخاریؒ فیہ نظرٌ وھذہ اللفظۃ من اصطلاحہٖ قویۃ فی التضعیف جدًّا۔ یعنی یٰسین العجلی کے بارے میں اگرچہ ابن معین نے کہا ہے کہ اس میں کوئی قصور نہ تھا مگر بخاری نے کہا ہے کہ ”اسمیں نظر ہے“ اور یہ الفاظ اس کی اصطلاح میں بہت ضعف ظاہر کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ (یعنی امام بخاریؒ کے نزدیک نہایت ضعیف ہے۔

(۱۲) دوسری حدیث علی بن نفیل سے مروی ہے اور وہ یہ ہے۔ عن سعید ابن المسیّب قال کنّا عند امّ سلمۃ فتذکّرنا المھدی فقال سمعت رسول اللہؐ یقول المھدی من ولد فاطمۃ۔ ترجمہ ابن المسیّب سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم امّ سلمہ کے پاس تھے ہم نے مہدی کے متعلق ذکر کیا انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا آپؐ فرماتے تھے مہدی فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا“ اس کے راوی علی بن نفیل پر جو جرح کی گئی ہے وہ پہلے درج کی جا چکی ہے۔

(۱۳) تیسری حدیث جسمیں علی بن زیاد اور عکرمہ بن عمّار راوی ہیں یُوں آئی ہے:۔ عن انس بن مالکٍ قال سمعتُ رسول اللہؐ یقول نحن ولد عبد المطلب سادۃ اھل الجنّۃ انا وحمزۃ وعلی وجعفر والحسن والحسین والمھدی۔ اس حدیث کو غور سے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ یہ حدیث بنی فاطمہؓ کے حامیوں نے بنائی ہے کیونکہ ولد عبد المطلب میں بنی عباسؓ کو شامل نہیں کیا حالانکہ بنی عباسؓ بھی ولد عبد المطلب میں شامل تھے یہ صرف اس لئے کہ بنی عباسؓ کو تقویت نہ پہنچے ۔ ابن خلدون صفحہ ۲۶۷ پر عکرمہ بن زیاد مذکور کے متعلق یوں لکھا ہے:۔ وان اخرج لہٗ مسلم فانّما اخرج لہٗ متابعۃً وقد ضعّفہٗ بعضٌ ووثقہٗ اٰخرون وقال ابو حاتم الرازی ھو مدلّسٌ فلا یقبل الّا ان یصرّح بالسّماع۔ یعنی مسلم نے اسکی حدیث لی تو ہے مگر متابعت کے طور پر بعض نے اس کو ضعیف کہا ہے اور بعض نے ثقہ کہا اور ابو حاتم رازی نے کہا ہے کہ وہ مدلّس ہے اس واسطے اس کی حدیث کو نہ قبول کیا جاوے جبتک سُننے کی تصریح نہ کردے (مدلّس کو خیال اور وہم ہوتا ہے کہ میں نے سُنا ہے فلاں کو ایسا کہتا ہوئے اور وہ اس خیال کی بناء پر آگے بیان کر دیتا ہے یعنی اسناد میں اس کو شبہ ہوتا ہے اور اہل حدیث مدلّس کی حدیث کو قبول نہیں کرتے جبتک سُننے کی تصریح نہ کرے)

دوسرا راوی مذکورہ بالا روایت میں علی بن زیاد تھا اس کے متعلق صفحہ ۲۶۷ پر یوں لکھا ہے:۔

قال الذھبی لا ندری من ھو ثم قال الصواب فیہ عبد اللہ بن زیاد و سعد بن عبد الحمید ۔۔۔ وان وثقہ یعقوب ابن شیبہ وقال فیہ یحیی ابن معین لیس بہ باس فقد تکلم فیہ الثوری قالوا لانہ رآہ یفتی فی مسائل ویخطئ فیھا۔ وقال ابن حبان لا یحتج بہ۔

ترجمہ۔ ذہبی نے کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے یہ کون ہے پھر اس نے کہا ہے کہ درست نام عبد اللہ بن زیاد اور سعد بن عبد الحمید معلوم ہوتا ہے۔ اور اگرچہ یعقوب بن شیبہ نے اس کو ثقہ کہا ہے اور یحیٰی بن معین نے کہا ہے کہ اس میں کوئی قصور نہیں مگر ثوری نے اسکے بارے میں بات کی ہے کیونکہ انہوں نے اس کو غلط فتوے دیتے ہوئے سنا اور ابن حبان نے کہا ہے کہ اسکی بات سے دلیل نہ پکڑی جاوے۔

وہ احادیث جن میں مہدی کا ظہور مشرق سے بتایا گیا

ذیل میں وہ احادیث نقل کرتا ہوں جن میں بنی عباس کی تائید سمجھی جاتی ہے کیونکہ ان احادیث میں "مشرق" خروج مہدی کی جگہ لکھی ہے۔ اور بنی عباس کا معاملہ خراسان سے شروع ہوا تھا جو مشرق میں ہے۔

(۱۴) پہلی حدیث جو ابن ماجہ میں مذکور ہے جس کے راویوں میں سے ایک راوی یزید بن ابی زیاد ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔ عن عبد اللہ قال بینما عند رسول اللہ اذ اقبل فتیۃ من بنی ھاشم فلما رآھم النبی ذرفت عیناہ وتغیر لونہ قال فقلت ما نزال نری فی وجھک شیئاً نکرھہ فقال انا اھل البیت اختار اللہ لنا الاخرۃ علی الدنیا وان اھل بیتی سیلقون بعدی بلاءً حتی یاتی قوم من قبل المشرق معھم رایات سود فیسألون الخیر فلا یعطونہ فیقاتلون وینصرون فیعطون ما سألوا فلا یقبلونہ حتی یدفعوھا الی رجل من اھل بیتی فیملأھا قسطاً کما ملؤھا جوراً فمن ادرک ذالک منکم فلیأتھم ولو حبواً علی الثلج۔ اس حدیث میں جو یزید بن ابی زیاد راوی ہے اس پر تاریخ ابن خلدون صفحہ ۲۶۵ پر اس طرح لکھا ہے:۔ قال محمد بن الفضیل کان من کبار ائمۃ الشیعہ وقال احمد بن حنبل لم یکن بالحافظ وقال مرۃ حدیثہ لیس بذالک وقال یحیی ابن معین ضعیف وقال ابو زرعۃ لان یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ وقال ابو حاتم لیس بقوی وقال الجرجانی سمعتھم یضعفون حدیثہ وقال ابن عدی ھو من شیعۃ اھل الکوفۃ ومع ضعفہ یکتب حدیثہ روی لہ مسلم لکن مقروناً بغیرہ وبالجملۃ فالاکثرون علی ضعفہ وقد صرح الائمۃ بتضعیف ھذا الحدیث وقال ابو قدامہ سمعت ابا سلمۃ یقول فی حدیث یزید عن ابراھیم لو حلف عندی

خمسین یمینًا قسامۃً ما صدّقتہٗ - ترجمہ - محمد بن الفضل نے کہا ہے کہ یزید بن زیاد شیعہ لوگوں کا بڑا امام تھا اور احمد بن حنبل نے کہا کہ حافظ نہ تھا اور مرّہ نے کہا کہ اس کی حدیث ایسے درجہ کی نہیں ہے اور یحیٰی ابن معین نے کہا ہے کہ ضعیف ہے اور ابو زرعہ نے کہا ہے کہ اسکی حدیث لکھ لیجاوے مگر اس سے دلیل نہ پکڑی جاوے اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ قوی نہیں تھا (بلکہ ضعیف تھا) اور جرجانی نے کہا ائمہ اسکی حدیث کو ضعیف قرار دیتے تھے اور ابن عدی نے کہا ہے کہ وہ اہل کوفہ کے شیعہ میں سے تھا اور باوجود اسکے ضعیف ہونیکے اس کی حدیث نقل کرلی جاتی ہے چنانچہ مسلم نے اسکی روایت لی ہے لیکن دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی - بالجملہ یہ کہ اکثر لوگ اسکے ضعف کے قائل ہیں اور ائمہ نے اس حدیث کے ضعیف ہونے پر تصریح کی ہے اور ابو قدامہ نے کہا کہ ابا سلمہ کو مَیں نے کہتے سُنا اُس حدیث میں جسمیں یزید نے ابراہیم سے روایت کی ہے (یعنی یہی حدیث جو اوپر نقل کیگئی ہے) کہ اگر یزید میرے پاس پچاس قسمیں کھاوے تو بھی میں اسکو سچّا نہ مانوں گا -

(۱۵) دوسری حدیث ابن ماجہ میں عبد الرزاق سے مروی ہے اور وہ یہ ہے :- عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلعم یقتتل عند کنزکم ثلاثۃ کلّھم ابن خلیفۃٍ ثم لا یصیر الی واحدٍ منھم ثم تطلع الرایات السّود فیقتلونھم قتلًا لم یقتلہ قومٌ ثم ذکر شیئًا لم احفظہٗ فقال اذا رأیتموہ فبایعوہ فانّہٗ خلیفۃ اللہ المھدی - اس حدیث کے راوی عبد الرزاق کے متعلّق تاریخ ابن خلدون صفحہ ۲۶۸ پر یوں لکھا ہے :- کان مشھورًا بالتشیع وعمی فی آخر وقتہ وقال ابن عدیٍّ حدّث باحادیث فی الفضائل لم یوافقہٗ علیھا احدٌ ونسبوہ الی التشیع - قال الذھبی وغیرہٗ انّہٗ مدلّسٌ وفیہ السفیان وھو مشھورٌ بالتدلیس وعنعنا ولم یصرّحا بالسّماع فلا یقبل - ترجمہ - وہ شیعہ ہونے میں مشہور تھا اور آخری عمر میں اندھا ہوگیا تھا اور ابن عدیؔ نے کہا ہے کہ فضائل میں اس نے ایسی احادیث بیان کی ہیں جس پر اس کے ساتھ کسی نے اتفاق نہیں کیا اور لوگوں نے اسکو شیعہ کہا ہے امام ذہبیؔ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ مدلّس تھا اور اس حدیث میں (جو اوپر بیان ہوئی ہے) سفیان بھی ایک راوی ہے جو تدلیس میں مشہور ہے وعن فلانٍ عن فلانٍ کرکے ان دونوں نے حدیث بیان کی ہے اور سماع کی تصریح نہیں کی ہے اس واسطے ان کی حدیث کو قبول نہ کیا جاوے -

(۱۶) تیسری حدیث جسمیں مشرق کا لفظ آیا ہے وہ ابن ماجہ میں مذکور ہے اور اس میں ایک راوی ابن لہیعہ ہے اور وہ یہ ہے :- عن عبد اللہ ابن الحارث بن زیدی قال قال رسول اللہ صلعم یخرج

ناسٌ من قبل المشرق فیوطئون للمهدی یعنی سلطانہٗ" - ابن لہیعہ کے متعلق تاریخ ابن خلدون جلد ۲۲۶ پریوں لکھا ہے:۔ "ضعیف" معروف الحال وقال احمد بن حنبل روی عن جابر منا کیر و بلغنی انہ کان یکذب وقال النسائی لیس ثقۃ قال کان ابن لہیعہ شیخاً احمقا ضعیف العقل کان یقول علیؓ فی السحاب و کان یجلس معنا فیبصر سحابۃً فیقول ھذا علیؓ مرّ فی السحاب" ترجمہ ضعیف تھا اور معروف الحال ہے اور امام احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے کہ جابر سے قابلِ انکار اور بری باتیں اس نے روایت کی ہیں اور مجھے معلوم ہُوا ہے کہ وہ جھوٹ بولتا تھا اور نسائی نے کہا ہے کہ وہ معتبر نہیں ہے اور اس نے کہا کہ ابن لہیعہ بوڑھا احمق اور ضعیف العقل آدمی تھا اور وہ کہتا تھا کہ حضرت علیؓ بادلوں میں ہے اور ہمارے ساتھ بیٹھتا تھا اور بادل دیکھتا تو کہتا کہ وہ علیؓ بادل میں سے گذر رہے جا رہے ہیں۔

اس مختصر سی جرح قدح کے بعد اب ناظرین با تمکین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیا یہ احادیث اس قابل ہیں کہ ان سے بالکلیہ دلیل پکڑی جاوے۔

ان احادیث کا آپس میں اختلاف اور تناقض اور راویوں کا ضعف جو اوپر ظاہر کیا جا چکا ہے ہمیں یہ کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ یہ احادیث اس قابل نہیں کہ ان کے لفظ لفظ کو رسول اللہؐ کے دہان مبارک سے نکلا ہُوا یقین کر کے ایک مامور کا انکار کریں جسکی صداقت روز روشن کی مانند ظاہر ہو چکی ہو پس حضرت مرزا صاحبؑ کے دعویٰ کے خلاف ان احادیث کو پیش کرنا سخت غلطی ہے۔

ان احادیث سے حضرت اقدسؑ نے کیوں حجّت پکڑی

اس جگہ یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر یہ احادیث فی الواقعہ ایسی ہی ہیں تو پھر حضرت مرزا صاحبؑ نے ان کو اپنے اوپر کیوں چسپاں کیا ہے جیسے کہ آپؑ نے کئی جگہ یہ لکھا ہے کہ میری بعض دادیاں سادات میں سے تھیں گویا جس مہدی کا بنی فاطمہ میں سے ہونا آیا ہے اس کا مصداق میں ہی ہوں کیونکہ میری بھی بعض دادیاں سادات میں سے تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرتؑ نے اصل اس بات کو قرار دیا ہے کہ یہ احادیث مجروح اور مخدوش ہیں مگر اگر کوئی شخص انپر ہی زور دیتا ہے تو لو اس کا بھی خدا نے عذر توڑ دیا کیونکہ مَیں بھی بنی فاطمہ میں سے ہوں۔ پس آپؑ نے بیشک ان احادیث کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے مگر نہ اصل کے طور پر بلکہ بطور منکرین پر اتمام حجّت کے۔ ہاں وہ احادیث جن کے خلاف کوئی دوسری حدیث واقعہ نہیں ہوئی آپؑ نے ان کو اصل کے طور پر بھی لیا ہے چنانچہ "اِنّ لمھدینا آیتین" والی حدیث جس کی قرآن میں تصدیق پائی جاتی ہے جیسے فرمایا جُمع الشمس و القمر اسے بارہا مخالفین کے سامنے پیش کیا اور اس کو اپنی سچائی کی زبردست دلیل گردانا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ سوال پیش کرے کہ اگرچہ اس حدیث کے خلاف کوئی حدیث نہیں آئی مگر اس پر جرح تو ہوئی ہے جس طرح کہ دوسری احادیث پر کیگئی ہے۔ مَیں اس کا جواب یہ دونگا کہ بیشک جرح کی گئی ہے مگر جس کو واقعات نے صحیح ثابت کردیا اس کو رد کرنا سخت غلطی ہے آنحضرت صلعم کے فرمان اور پیشگوئی کے مطابق یہ حدیث بلفظہٖ پوری ہوئی تو اس کو اب ضعیف کہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ پس جہاں یہ حدیث پوری ہو کر آنحضرت صلعم کی سچائی کا ثبوت ٹھیری وہاں حضرت مرزا صاحب مسیح موعود و مھدی معہود کی سچائی کا بھی زبردست ثبوت ہے۔ کسی شخص کو اس پر اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔

اب مَیں آخیر میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ حدیث لا مھدی الا عیسٰے ہی برحق اور اصل الاصول ہے اس حدیث کے راویوں میں سے (۱) یونس بن عبدالاعلی الصدفی ہے قال ابن کثیر یونس بن عبدالاعلی الصدفی من الثقات حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یونس ثقہ ہے اور تہذیب التہذیب جلد ۱۱ صفحہ ۴۴۱ میں ہے قال ابن ابی حاتم۔ سمعت ابی یوثقہ و یرفع من شانہ وقال النسائی ثقۃ وقال علی ابن الحسن بن یزید کان یحفظ الحدیث وقال الطحاوی کان ذا عقل و ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ مَیں نے اپنے باپ سے ان کو ثقہ کہا اور ان کی شان کی رفعت بیان کی نسائی نے کہا ہے کہ وہ ثقہ ہے۔ اور علی بن الحسن بن یزید کا قول ہے کہ وہ حافظ الحدیث تھا طحاوی نے کہا ہے کہ وہ عاقل اور فہم رسا رکھنے والا شخص تھا اور ابن حبان نے اس کا ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔

(۲) محمد ابن ادریس شافعی سب جانتے ہیں کہ آپ محدثین کے نزدیک مسلمہ طور پر ثقہ ہیں۔ (۳) محمد بن خالد جندی ابن معین اسکو ثقہ فرماتے ہیں اور ابن معین وہ شخص ہے جسکی نسبت امام احمد بن حنبل کا قول ہے کل حدیث لا یعرفہ ابن معین فلیس ھو بحدیث جس حدیث کو ابن معین نہیں جانتا وہ حدیث ہی نہیں (تہذیب التہذیب جلد ۱۱ صفحہ ۲۸۶) ولیس ھو بمجھول کما زعمہ الحاکم بل روی عن ابن معین انہ ثقۃ (ابن ماجہ مطبوعہ مصر جلد ۲ حاشیہ ص۲۵۷) یہ راوی مجہول نہیں جیسا کہ حاکم نے خیال کیا ہے

(۴) ابان بن صالح قال ابن معین والعجلی و یعقوب بن شیبۃ و ابو زرعۃ و ابو حاتم ثقۃ وقال النسائی لیس بہ باس و ذکرہ ابن حبان فی الثقات (تہذیب التہذیب جلد اوّل صفحہ ۹۴) ابن معین۔ عجلی۔ یعقوب بن شیبہ۔ ابو زرعہ۔ ابو حاتم نے اسے ثقہ کہا اور امام نسائی کہتے ہیں اسکی حدیث لینے میں کوئی جرح نہیں اور ابن حبان نے اسے ثقہ راویوں میں قرار دیا۔ (۵) حسن بصری آپ عادل ثقہ مشہور معروف ہیں۔ (۶) انس بن مالک۔ صحابی کے عادل و ثقہ ہونے میں منافق ہی شک کرے تو کرے۔ یہ حدیث مرفوع الی رسول اللہ صلعم ہے۔ اور کوئی راوی درمیان سے ساقط

نہیں اس لئے متصل بھی ہے۔ بعض نے اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث انفراداً روایت کیگئی ہے مگر یہ بھی صحیح نہیں چنانچہ ابوالحسن بن محمد صادق السندی المدنی کہتے ہیں۔ وهذا الحديث يعد فی افراد الشافعی وليس كذلك فقد حدث به غيره - (یہ حدیث شافعی کے افراد میں سے شمار کیجاتی ہے حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ امام شافعی کے سوا دوسروں نے بھی اسے روایت کیا ہے) - نیز یہ امر صحت حدیث میں قادح نہیں چنانچہ لکھا ہے ويجوز ان يكون الحديث صحيحاً غريباً بان يكون كل واحد من رجاله ثقات (مشکوٰۃ فی بیان بعض مصطلحات صفحہ ۶) یعنی جائز ہے کہ ایک حدیث غریب ہو اور اسکے راوی ثقہ ہوں وہ صحیح ہوتی ہے۔ پھر اس حدیث کی تائید مسند امام احمد بن حنبل کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے یوشك من عاش منكم ان يلقى عيسى بن مريم اماماً مهدياً حكماً عدلا قریب ہے کہ جو شخص تم میں سے زندہ ہو وہ عیسیٰ بن مریم سے ملاقات کرے۔ وہی امام مہدی حکم عدل ہے:

الدجّال کے مظاہر

اُمت محمدیہ کو جس مسیحؑ کا وعدہ دیا گیا تھا اس کے ظہور سے پیشتر ایک اور وجود کا ظہور ضروری تھا جسکو دجّال کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پس حضرت مرزا صاحبؑ کو حبیب خدا نے مسیحؑ بنا کر بھیجا تو ان کے پہلے بہت سے دجّالوں کا ظہور ہوا جنمیں سے جہاں پادریوں کو اس نام کے حاصل کرنے میں خاص امتیاز حاصل ہے وہاں یہ فرقہ بہائیہ بھی ایک ممتاز ہستی ہے کیونکہ جس طرح پادری لوگ اسلام کے مٹانے اور اس کے تباہ کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اسی طرح ان بہائی لوگوں نے بھی کسی قسم کی کسر نہ چھوڑی - اور اس دجّال کے افراد میں یہ بھی شامل ہوئے جسکی بڑی غرض یہی بتلائی گئی ہے کہ وہ اسلام کے محل کو گرانے اور اسکو مٹانیکی کوشش کریگا اور یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ ان لوگوں نے اس غرض کے پورا کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف کی ہے حتیٰ کہ اسلامی شریعت کو منسوخ کہا اور ایک نئی شریعت بنالی۔

اس فرقہ کے جو دو بڑے بانی گزرے ہیں ان میں بھی وہ نشانیاں اور علامات دکھلاؤنگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجّال میں ہونگی۔

پہلے میں علی محمد باب کو لیتا ہوں۔ سو واضح رہے کہ دجّال کے علامات میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ "ماں باپ کا ایک بیٹا ہوگا" دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۱۷۸ یہ علامت علی محمد صاحب میں پائی جاتی تھی کیونکہ انکے باپ کی صرف یہی ایک اولاد تھی جو انکی وفات کے بعد پیدا ہوئی - انکا کوئی دوسرا بھائی نہ تھا۔

دوسری علامت۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۹ پر لکھا ہے "بعد ازاں باصفہان آید" یعنی دجال اصفہان میں آویگا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ اسکے متبع ستر ہزار یہودی ہونگے۔ علی محمد صاحب باب کی تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ شیراز سے فوراً اصفہان چلے گئے اور وہیں جا کر انھوں نے در اصل دعویٰ کیا۔ جہاں انکے بہت سے لوگ متبع ہو گئے۔ اس جگہ یہودیوں سے مراد یہودی صفت مسلمان ہیں اور ستر ہزار سے مراد بہت سے افراد ہیں جو اُن کی پیروی کرینگے۔ پس یہ علامت بھی علی محمد صاحب باب میں پائی گئی۔

تیسری علامت۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۸ پر لکھا ہے کہ دجال کا ظہور مشرق میں ہوگا اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مشرق سے مراد فارس لیا ہے۔ یہ علامت بھی علی محمد باب میں پائی گئی۔

چوتھی علامت۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۰ پر لکھا ہے کہ جو لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر خوش ہیں اور انکے قتل کو اچھا سمجھتے ہیں وہ دجال کے متبع ہونگے۔ اور نواب صدیق حسن خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے مراد شیعہ لوگ ہیں۔ یہ بات بھی دلیل کی محتاج نہیں کہ ایران میں جہاں علی محمد باب نے دعویٰ کیا وہیں شیعوں کی کثرت ہے۔ پس علی محمد باب اس علامت کے لحاظ سے بھی دجال ٹھیرے۔

پانچویں علامت۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۲ پر لکھا ہے کہ "دجال کی اولاد نہ ہوگی" یہ علامت بھی علی محمد باب میں پائی جاتی ہے کیونکہ اسکی اولاد نہ تھی صرف ایک لڑکا ہوا جو وہ بھی اس علامت کو پورا کرنیکے لئے زندہ نہ رہا۔

چھٹی علامت۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۱ پر لکھا ہے "مرد جوان باشد" یعنی دجال جوان آدمی ہوگا۔ علی محمد باب پچیس سال کا تھا جب اس نے دعویٰ کیا۔ پس اس علامت کے مطابق بھی وہ دجال ٹھیرا۔

ساتویں علامت۔ علی محمد باب کے دعویٰ کی طرز کو دیکھا جاوے تو اس سے بھی تعیین ہو جاتی ہے کہ یہ دجال ہے۔ چنانچہ حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۳ پر لکھا ہے کہ "دجال پہلے پہل مسلمان کہلائیگا" چنانچہ علی محمد باب نے بھی پہلے پہل قائم ہونیکا دعویٰ کیا اور یہ دعویٰ شیعہ عقائد کے مطابق مسلمانوں کا ہی تھا۔ مگر پھر بعد میں اسلامی شریعت کو منسوخ قرار دیا۔

آٹھویں علامت۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۱۷ پر لکھا ہے کہ مکہ کے قریب دجال کا نزول ہوگا۔ اس سے بھی علی محمد باب دجال ٹھیرتا ہے کیونکہ وہ جب مکہ کو حج کرنے گیا تو راستہ میں سے ہی واپس آگیا۔ یہ بات اس کی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتی کہ وہ مکہ میں داخل ہوا۔

نویں علامت۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۳ پر لکھا ہے کہ "دجال کوفہ میں آویگا" علی محمد باب کا سلسلہ بھی ملا حسن کے ذریعہ کوفہ سے ہی شروع ہوا اور وہاں ہی سے در اصل اسکے سلسلہ کو شہرت ہوئی۔ اور خود علی محمد باب نے جب خود حج کو جانیکا ارادہ ظاہر کیا تو اس نے لوگوں میں اعلان کیا کہ کوفہ میں اکٹھے ہوں۔

پس ان نوؔ علامات کے لحاظ سے علی محمد باب دجّال ٹھیرتا ہے۔ اب میں چند اور علامات تحریر کرونگا جن سے ثابت ہوگا کہ مرزا حسین علی بھی دجّال تھا۔

پہلی علامت۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۳ پر لکھا ہے کہ "پھر دجّال خدائی کا دعویٰ کریگا" یہ علامت مرزا حسین علی پر چسپاں ہوتی ہے کیونکہ اسکی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اُلوہیّت کا دعویٰ کیا تھا۔

دوسری علامت۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۱۴ پر لکھا ہے کہ "پس توجہ کند دجّال بسوئے شام" مرزا حسین علی بھی جب انہیں اور صبح ازل میں جھگڑا ہو گیا اور آپسمیں قتل و قتال تک نوبت پہنچی تو ترکی حکومت کے ذریعہ عکّہ بھیجا گیا۔ اور عکّہ شام میں واقع ہے پس یہ علامت بھی مرزا حسین علی میں پائی گئی جس کے لحاظ سے وہ دجّال ٹھیرتا ہے۔

تیسری علامت۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۱۹ پر لکھا ہے کہ "آنحضرتؐ نے دجّال کو شام کے سمندر وں میں جکڑا ہوا دیکھا" اور عکّہ بھی شام کے سمندر کے کنارہ پر واقع ہے جہاں مرزا حسین علی مقید تھا۔

چوتھی علامت۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۹ پر لکھا ہے کہ "دجّال کا اوّل ظہور شام اور عراق کے درمیان ہوگا" بغداد جہاں مرزا حسین علی نے پہلے پہل دعویٰ کیا عراق اور شام کے درمیان واقع ہے۔

پانچویں علامت۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۹ پر ہے کہ "دجّال کا لقب لوگوں میں مسیح ہوگا" چنانچہ بہائی لوگ اس کو مسیح ظاہر کرتے ہیں حالانکہ در اصل وہ مسیح ہونیکا مدّعی نہ تھا۔

چھٹی علامت۔ مرزا حسین علی اور اسکے متّبعین پر پورے طور پر چسپاں ہوتی ہے جو حجج الکرامہ صفحہ ۴۱۵ پر ہے کہ "دجّال مسلمانوں سے ڈر کر نماز بھی پڑھ لیا کریگا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ جب وہ عیسیٰؑ کو دیکھیگا تو کہیگا کہ نماز پڑھنا شروع کر دو۔ یہ حالت جو دجّال کی بیان کی ہے اس کے یہ لوگ مصداق ہیں کیونکہ یہ مسلمانوں کے سامنے نماز بھی پڑھنا شروع کر دیتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ نہ ان لوگوں کا کوئی دین ہے نہ ایمان۔ عبد البہاء کا بعض اوقات اسلامی طریق پہ نماز پڑھنا اور جمعہ ادا کرنا ثابت ہے۔

ساتویں علامت۔ پھر حجج الکرامہ صفحہ ۴۱۵ پر لکھا ہے کہ وہ "غیر وقتوں میں نماز پڑھا کریگا" اور مرزا حسین علی نے جو نمازوں کے وقت رکھے ہیں وہ مسلمانوں کے اوقات کے خلاف ہیں پس اس لحاظ سے بھی مرزا حسین علی دجّال ٹھیرتا ہے۔

آٹھویں علامت۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۷ پر لکھا ہے کہ اس کے متّبع اکثر لوگ یہود ہوں گے اور اولاد زنا ہونگے۔ یہود سے مراد تو مسلمان ہی ہیں جو یہودی الصفت ہونگے۔ اور دوسری

نشانی میں اشارہ ہے کہ وہ ماں ہی کو صرف محرّمات میں شمار کرینگے۔

نویں علامت۔ وہ علامت ہے کہ جس سے عبد البہاء بھی ان دونوں کے ساتھ دجّال ٹھیرتا ہے۔ حجج الکرامہ صفحہ ۵۰۴ پر لکھا ہے کہ دجّال "تین چیخیں ماریگا جن کو مشرق اور مغرب والے سُنیں گے"۔ یہ علامت ان تینوں کو دجّال ٹھیراتی ہے کیونکہ پہلے باب نے شریعت بنائی جس کو مرزا حسین علی نے منسوخ کردیا اور تیسری چیخ عبد البہاء نے ماری کہ مرزا حسین علی کے مرنے کے بعد اس نے چند ایک احکام کو تبدیل کردیا۔ اور عبد البہاء جو مرزا حسین علی کا بیٹا تھا اور جو اس کے بعد خلیفہ ہُوا یہ کوئی معمولی آدمی نہیں بلکہ بعض نے اس کو مرزا حسین علی سے بھی بڑھ کر کہا ہے اور در اصل انکی شہرت اسی کے ذریعہ ہوئی۔ پس تیسری چیخ سے مراد عبد البہاء کا تصرّف ہے۔

دسویں علامت۔ حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۳ پر لکھا ہے۔ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دجّال کہیں غائب ہوجاویگا اور لوگ اسکو تلاش کرینگے اور وہ نہیں ملیگا۔ یہ علامت مرزا حسین علی میں پورے طور پر پائی جاتی ہے کیونکہ وہ بھی علی محمد باب کے قتل کے بعد قید کیا گیا اور اسکے بعد رُوس اور انگریزوں کی سفارش سے چھوٹا اور بغداد میں جانیکی اجازت ملی۔ اور ایک سال کے بعد تمام لوگوں سے بلا اطلاع کہیں چلا گیا چنانچہ باب الحیات جو مقالۂ سیاح کا ترجمہ ہے اس کے صفحہ ۶۵ پر تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر ہے کہ وہ بہت دیر تک پردۂ خفاء میں رہا۔ پس اس علامت کے لحاظ سے بھی مرزا حسین علی دجّال ٹھیرتا ہے۔ جس کا وجود مسیح موعودؑ سے پہلے ضروری تھا۔

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ دجّال کسی خاص فرد کا نام نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دجّال ایک گروہ ہوگا جو مسیح موعود علیہ السّلام کے پہلے آویگا چنانچہ حجج الکرامہ صفحہ ۴۱۸ پر بیہقی نے ایک روایت بیان کی ہے کہ "ابن صیاد بھی ان دجّالوں میں سے ایک ہے جن کے ظہور کے متعلق آنحضرت صلعم نے خبر دی ہے"۔ پس معلوم ہُوا کہ دجّال کسی خاص ایک فرد کا نام نہیں ہے بلکہ ایک گروہ ہوگا جس کی غرض اعظم اسلام کو دنیا سے نابود کرنا ہوگی۔ آخر خدا کا مسیحؑ دنیا میں ظاہر ہوگا جو انکو دلائل کے ذریعہ قتل کردیگا۔ اور ایک مظہر الدجال تو خود بخود ہی پگھل جائیگا۔ پس یہ لوگ سبکے سب اپنے اپنے رنگ میں دجّال ہیں اور ہر ایک ایک دوسرے سے بڑھکر ہے۔ کیا علی محمد باب کی یہ غرض نہ تھی کہ اسلام کو تباہ کرے۔ جس کے لئے اس نے ایک نئی شریعت بھی بنالی اور لوگوں کو کہا کہ قرآن منسوخ اور یہ شریعت اب خدا کے منشاء کے عین مطابق ہے۔ اور پھر اس کے بعد کیا مرزا حسین علی دجّال اعظم ثابت نہیں ہوتا۔ جس نے بھی اس کی پیروی کی تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان کو دجّال نہ کہیں؟۔

پس یہ ایک دجّالوں کا گروہ تھا کہ جن کا ظہور مسیح موعود علیہ السّلام کے ظہور سے قبل ضروری تھا چنانچہ یہ سب لوگ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود سے پہلے ہی ہوئے۔ اور دجل پھیلا گئے جسکو خدا کے برگزیدہ مسیح نے قتل کیا اور آپ کے متبعین نے ان سے عالم الادیان کو صاف کیا ؎

فرقہ بہائیہ کی تعداد اپنے مرکز میں

فلسطین کے عنوان سے معارف ماہ مئی ۱۹۲۴ء صفحہ ۳۸۴ پر چھپا ہے "یہ قطعہ زمین چار ضلعوں پر منقسم ہے پہلا ضلع جنوبی ضلع ہے جسمیں حسب ذیل تحصیلیں ہیں غزہ۔ خان یونس۔ بیر سبع۔ مجدل۔ خلیل۔ دوسرا ضلع قدس دیا فا ہے اسمیں یہ تحصیلیں ہیں۔ بیت المقدس۔ بیت لحم۔ بیت حالا۔ رام اللہ۔ اریحا۔ یافا۔ رملہ تیسرا ضلع رملہ ہے اُسکی تحصیلوں کے نام یہ ہیں۔ نابلس۔ طول کرم۔ جینین۔ ابسیان چوتھا ضلع شمالی ضلع ہے جس کے ماتحت یہ تحصیلیں ہیں۔ حیفا۔ زمارین۔ عکا۔ ناصرہ۔ طبریہ۔ حفہ۔ باشندگانِ فلسطین کی تعداد عرب مسلمانوں کی ہے یعنی ۵۹۰۷۹۰ مسلمان عرب ہیں ۷۳۰۲۴۰ عیسائی اور ۸۳۰۲۴ یہودی ۷۰۲۸ دروزی مسلمان ۱۶۳ سامری یہودی ۲۶۵ بہائی ۱۵۶ شیعی ہیں" (معارف)

اس سے معلوم ہُوا کہ فلسطین میں کل ۲۶۵ بہائی ہیں۔ یہی فلسطین ہے جسمیں عکہ اور حیفا اور بہجہ بہائیوں کا قبلہ اور ان کے معبود کا مقبرہ ہے اور جہاں بہائیوں کا مرکز میثاق اور ولی امر رہتا ہے اسی سے آپ اندازہ لگالیں کہ فرقہ دوسرے ممالک میں کتنا ہے یہ لوگ بڑی بڑی ٹریں ہانکا کرتے ہیں کہ ہم اتنے ہیں حالانکہ جہاں مرزا حسین علی صاحب نے اپنی عمر گذار دی اور جہاں اب اسکے خلیفے او ر اہل رہتے ہیں وہاں یہ حال ہے۔ قیاس کن ز گلستان من بہار مرا ؎

ہندوستان میں عیسائیت

نومبر ۱۹۲۴ء کا "مشن فیلڈ" ریورنڈ ڈبلیو۔ ایس۔ ہنٹ کے ریمارکس کو شائع کرتا ہے۔ جو انہوں نے "چرچ مشنری ریویو" میں ایک مضمون میں کیئے ریورنڈ جنٹلمین فرماتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں کسی مذہب نے اتنی ترقی نہیں کی جتنی کہ گذشتہ چالیس سال میں عیسائیت نے کی۔ اسکے پیرو ۲۰۰ ۱۵ فیصدی بڑھے۔

اکتوبر ۱۹۲۴ء کا "دی ایسٹ اینڈ دی ویسٹ" اسی ریورنڈ جنٹلمین کی ایک تصنیف سے مندرجہ ذیل الفاظ درج کرتا ہے۔ "اس وقت ۱۸۵۱ء سے ہندوستان میں پچیس لاکھ عیسائی زیادہ ہیں۔ پچھلے تین سال میں ترقی اوسطاً ۲۰۰۰ کس فی ہفتہ کی رفتار سے ہوئی" ان اعداد کی بنا پر عیسائی ممالک میں سے بعض خوش خیال

۳ سرکاری مردم شماری کے مطابق ۱۸۲۵۶۷ ہے جن میں بڑی تعداد

یہ امید کرنے لگے ہیں کہ اگر موجودہ رفتارِ ترقی جاری رہی۔ تو ہندوستان تھوڑے ہی عرصے میں تمام کا تمام عیسائی ہوجائیگا۔ لیکن ہمیں یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ کہ ریورنڈ مسٹر جے۔ آئی۔ میکنیز بھی باوجود اس پیش بیانی کو لایعنی قرار دینے کے ان اعداد کو نہیں سمجھ سکے کسی تحریک کا ترقی کا اندازہ اسکے پیرووں میں صرف تعداد کی زیادتی سے نہیں لگایا جاتا۔ بلکہ ترقی کی رفتار میں زیادتی امید بخش ہوسکتی ہے۔ اگر ترقی کی رفتار کم ہو رہی ہو۔ تو عیسائی ممالک کے خوش ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس کی رفتار ترقی کا مقابلہ کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت ان تیس سالوں میں پس پا ہوئی ہے۔ ۱۹۱۱ سے ۱۹۲۱ کے دہاکے (دس سال) میں ترقی کی رفتار پہلے دہاکوں سے کم ہے صرف ۱۸۸۱ تا ۱۸۹۱ کے دہاکے میں اس کے برابر تھی۔ پس بنابریں کسی عیسائی کو خوش نہیں ہونا چاہیئے۔ (ریویو آف ریلیجنز۔ لنڈن)

سر ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ کے لئے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دستور کے مطابق احمدی عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتے۔ لیکن مغرب میں (دوسرے) مسلمان عموماً اس امر کے متعلق کوئی پرہیز نہیں کرتے۔ اور غالباً اس بات سے ہی سر ٹامس آرنلڈ نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ یہ اسلامی مذہب کا حصہ نہیں۔ پس جیسا کہ ہمارے قابل دوست چاہتے ہیں۔ ہم ذیل میں اس امر کے متعلق کچھ حوالے دیتے ہیں:۔ (۱) "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یصافح النساء" کہ حضرت رسول خدا صلعم عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتے تھے۔ (سیرت الامام ابن ہشام۔ حصہ اوّل) (۲) ترمذی بیان کرتا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایک دفعہ عورتوں کے پاس سے گذرے اور آپ نے ان کو اپنا ہاتھ اٹھا کر سلام کیا۔ (زاد المعاد مصنفہ ابن قیام جوزی حصہ اوّل صفحہ ۲۷)۔ (۳) انی لا اصافح النساء۔ یعنی میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ (۴) "ما مست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید امراۃ قط" کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ (حسن الاسوۃ مصنفہ نواب صدیق حسن خان صفحہ ۱۵۷)

یہ بھی کہدینا ضروری ہے کہ کسی صورت میں بھی اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورتوں کی ہتک ہو۔ ہرگز نہیں۔ ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہر امر میں عورتوں کی ہم جہاں تک ہوسکے عزت کریں۔ اور نہ ہی یہ محض رسم کا سوال ہے حقیقت یہ ہے کہ اس کی بنا عورتوں کے لئے کامل احترام اور اعلیٰ اتقویٰ پر ہے۔

اسلامی قادر مطلق خدا اور آرین سر و شکتیمان

(آرین اعتراضات ۔ احمدی جوابات)

اعمال کا تعلق ارادہ الٰہی سے

اگر کہا جاوے کہ روحوں کے اعمال کی وجہ سے خدا کے فعل کا اثر مختلف ہوتا ہے تو بھی یہ ہمارے اصول کو باطل کرنیوالی بات نہیں ہے کیونکہ روح کے اعمال بالطبع موثر نہیں ہیں بلکہ ان کا اثر خدا تعالیٰ کے فعل کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے مثلاً ایک شخص چوری کرے تو وہ چوری کا فعل اسے خود بخود قید میں نہیں ڈالتا بلکہ حاکم اس کی سزا میں اسے قید میں ڈالتا ہے۔ اگر چوری کا فعل مؤثر بالطبع ہوتا تو حاکم کی سزا کی ضرورت نہ ہوتی چور خود بخود قید ہوجاتا۔ لیکن چونکہ ایسا نہیں ہے اس لئے حاکم کا ارادہ اسکو قید میں ڈالتا ہے اسی طرح اعمال انسانی کے نتیجہ میں جو کچھ اس پر سزا یا جزا کا حکم لگایا جاتا ہے وہ ارادہ الٰہی سے ہی ہے۔

اگر یہ کہا جاوے کہ جس طرح بخار کے بیمار کو جاڑا لگتا ہے موسم چاہے گرمی کا ہو لیکن تندرست آدمی کو جاڑا نہیں لگتا اسی طرح اعمال کے مطابق ہر انسان کے ساتھ خدائی صفات کا طبعی تعلق ہوجاتا ہے جو رحم کے قابل ہے، وہ صفت رحمت سے حصہ پاتا ہے اور جو غضب کا مستحق ہے اسے غضب کی صفت کے ساتھ تعلق ہوجاتا ہے، خدا کے ارادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ تو میں جواب دونگا کہ اگرچہ یہ ممکن تو ہے لیکن اس حالت میں خدا کے صاحب ارادہ ہونے کی ضرورت باقی رہتی ہے کیونکہ انسانی اعمال سے پرکرتی کی ماہیت پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ مثلاً اگر ساری دنیا بدکار ہوجاوے تو کیا پرکرتی کے ذروں کی حقیقت کچھ اور ہوجائیگی۔ اگر پرکرتی کے پرمانوں جوں کے توں ہی رہینگے نہ نیکی سے وہ مضبوط ہوتے ہیں اور نہ بدی سے کمزور۔ تو اب یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ اگر انسانی بدی کی وجہ سے دنیا کی پرلے کردینی ہو تو اس طاقت کو جو اتبتک کام دے رہی ہے کام سے ہٹانا اور فنا کی قوت کو کام میں لگانا پڑیگا یا یہ کہ اسی قوت کو جس سے اتبتک ہو رہی تھی دوسرے طور پر استعمال کرنا ہوگا تاکہ بجائے اتصال کے انفصال ہوجاوے۔ اور یہ کبھی ممکن نہیں جب تک کہ خدا تعالیٰ کو یہ قدرت نہ ہو کہ وہ ایک قوت کو روک لے اور دوسری کو کام پر لگا دے یا ایک ہی طاقت کو مختلف طریق پر کام میں لگا سکے۔ یہی بالفاظ دیگر اس ذات کا ارادہ ہے۔

سزا اور جزا کا سلسلہ مشیت ارادہ سے ہے

یاد رکھو اگر خدا تعالیٰ صاحب ارادہ نہ ہو تو جزا سزا کا ہونا ہی ناممکن ہے کیونکہ جزا یا سزا کے لئے جن سامانوں کی ضرورت ہے

وہ نہیں پیدا ہو سکتے جبتک پیدا کرنے والے کو اپنی قدرت پر حسب ضرورت استعمال کا اختیار نہ ہو۔ فرض کرو آج ایک جیو مستحق ہے کہ اسے آج ہی سواری کے لئے گھوڑا دیا جاوے جبتک خدا کو یہ اختیار نہ ہو کہ جب چاہے گھوڑا پیدا کرے وہ کہاں مستحق جیو کو گھوڑا دے سکتا ہے۔ اسی طرح وہ سزا بھی نہیں دے سکتا جبتک سزا کے سامانوں پر اسے اختیار نہ ہو اور اختیار ہی ارادہ ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھو اگر خدا تعالیٰ کو جزا سزا پر اختیار نہ ہو تو اسکی صفت مغفرت اور عفو بالکل ضائع ہو جاتی ہیں۔

خدا تعالیٰ کے افعال حسب ارادہ ہیں

یہ بھی یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی تمام صفات لامحدود ہیں اور اگر ہر زمانہ میں بالفعل موجود ہوں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا کی تمام صفات ہر زمانہ اور ہر مکان میں یکساں اثر انداز ہیں پس ان کا نتیجہ بھی ہر زمان و مکان میں یکساں ہونا چاہیئے۔ مثلاً فرض کرو خدا تعالیٰ کی ایک صفت الہام کرنا ہے اب کیا وہ خدا ہر لحظ اور ہر جگہ الہام نازل کر رہا ہے آگے چاہے کوئی سننے والا ہو یا نہ ہو اور وہ پرماتما جو علم و حکمت کا سرچشمہ ہے یونہی فضول الہام نازل کیئے جا رہا ہے۔ تم یقیناً کہو گے کہ نہیں الہام تو ابتداء عالم میں ہی ہوتا ہے پس ہم کہتے ہیں کہ خدا کا اسوقت بندوں سے ہمکلام ہونا اور اب وہی کلام بندوں سے نہ ہونا۔ اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا تعالیٰ کا فعل یا حرکت اتنے ہی زمانہ اور مکان میں ہوتی ہے جتنے میں وہ چاہتا ہے۔ اور یہی اس کا ارادہ ہے۔

خدا کا کلام

شائد آریہ ہماری بات نہ مانینگے کیونکہ ایک دو دفعہ رام چندر آریہ مناظر نے میرے اس سوال سے مجبور ہو کر کہدیا کہ ہاں ایشور اب بھی کلام کرتا ہے جیسا وہ وید کے رشیوں سے ہمکلام ہوا۔ صرف آگے سننے والے دل کے کان کی ضرورت ہے۔ جس کا جواب میں نے وہیں یہ دیدیا کہ چلو یہ دعویٰ کہ الہام ابتداء عالم میں ہی ہوتا ہے باطل ہوا اور پھر ہمیں اس اعتراض کا جواب دو کہ اس بے فائدہ کلام کا فائدہ کیا ہے جبکہ تمہارے اعتقاد میں آگے اس کلام کو سننے والا کوئی گوش دل موجود ہی نہیں۔ نہ ہوگا یہاں تک کہ مہا پرلے کے بعد پھر پیدائش کا سلسلہ جاری ہو۔

غرض چونکہ ہماری سچی بات کو بھی آریہ بوجہ تعصب نہیں مانتے اس لئے ہم یہاں انہیں کے گرو کا قول سناتے ہیں دیکھئے سوامی جی کیا فرماتے ہیں:۔

سوال۔ جب وہ فعل کرتا ہوگا تو فعل متناہی ہوتا ہوگا یا غیر متناہی۔

جواب۔ جتنے مکان و زمان میں فعل کرنا مناسب سمجھتا ہے۔ اتنے ہی مکان و زمان میں فعل کرتا ہے اس سے نہ زیادہ اور نہ کم کیونکہ وہ علیم ہے۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۵)

حالانکہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات لامحدود ہیں لیکن پھر بھی سوامی جی فرماتے ہیں کہ جتنے زمان و مکان میں فعل کرنا خدا تعالیٰ مناسب سمجھتا ہے اتنے ہی زمانہ و مکان میں فعل کرتا ہے جسکے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ کو اپنی لاانتہا فاعلیت پر پورا پورا اختیار ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ اسکی حرکت یا اس کا فعل کسی خاص زمانہ یا مکان تک کبھی بھی محدود ہو سکے ہمارے خیال میں اس سے زیادہ صاف اور کیا بات ہو گی جس سے یہ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ جو مناسب سمجھتا ہے کرتا ہے اور یہ مناسب سمجھ کر کام کرنا ہی دوسرے لفظوں میں ارادہ کہلاتا ہے کیونکہ کسی فاعل بالخاصہ میں یہ صفت نہیں پائی جاتی اور نہ پائی جا سکتی ہے۔

علم اور ارادہ مذکورہ بالا جواب میں سوامی دیانند جی نے جتنے مکان و زمان میں مناسب جانتا ہے اتنے ہی میں خدا کے فعل کی وجہ اس طرح بیان کی ہے:۔

"کیونکہ وہ علیم ہے"

اس سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ علم اور ارادہ لازم و ملزوم ہیں اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ اگر ارادہ نہ ہو یا بالفاظ دیگر فعل کو حسب موقعہ و محل کرنے کی قدرت نہ ہو تو موقع و محل کا علم بھی فضول ہے۔ مثلاً فرض کرو کہ دو شخص ہیں ایک بے گناہ ہے دوسرا واقعی مجرم ہے اور دونو کو وید کے حکم کی رو سے راجہ نے حکم دیا کہ سوکھی لکڑی کی طرح اُلٹا لٹکا کر آگ میں جلا دیا جاوے۔ اب ایشور کا علم جو سچا ہے وہ ایشور کو اس بے گناہ کو جلنے سے بچانے کی تحریک کرتا ہے ادھر وہ دو نو شخص آگ میں ڈالدیئے گئے لیکن اگر ایشور کو یہ قدرت نہ ہو کہ آگ کا اثر بے گناہ پر نہ ہو تو اس کا علم اب فضول محض ہے جیسے کہ اگر ہم بھی اسوقت موجود ہوں اور ہمیں بھی اس بے گناہ کے بے گناہی کا علم ہو لیکن ہم کو راجہ کے سامنے اپنی بے بسی کی وجہ سے خاموشی اختیار کرنی پڑے اور ہمارا جاننا اور نہ جاننا برابر ہو۔

غرض مذکورہ بالا تحریر ستیارتھ پرکاش سے عیاں ہے کہ خدا کے علم اور مناسب خیال کرنیکے مطابق حرکت و سکون ہوتا ہے اور یہی وہ امر ہے جسے ہم ارادہ کہتے ہیں۔

آریہ سماج دراصل ارادہ سے منکر اسلئے ہے کہ انکے خیال میں خدا کا ارادہ اور ہمارا ارادہ ایک ہی بات ہے مگر ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہمارے ارادے تو ہماری ذاتی احتیاجوں کی وجہ سے ہیں

لیکن خالق کا ارادہ مخلوق کی احتیاجوں کو پورا کرنے کے لئے ہے۔ پس اس فرق کو مدِّنظر رکھ کر یہ ماننا کہ خدا تعالیٰ صاحب ارادہ ہے کچھ مشکل نہیں ہے۔ اور آریہ سماجیوں کو یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ سوامی دیانند جی بھی اسی قسم کی چاہ کے منکر ہیں جو انسانی چاہ ہے۔ ورنہ وہ ارادہ الٰہی کے قائل ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

سوامی دیانند کی شہادت سوال۔ "ایشور میں خواہش ہے یا نہیں۔

جواب۔ ویسی خواہش (جیسی کہ تم خیال کرتے ہو) نہیں کیونکہ خواہش بھی غیر میسّر اچھی چیز کی اور جس کے ملنے سے کسی قسم کا سُکھ ہو اسکی ہوتی ہے اور ایسی ہی صورت میں خواہش پرمیشر میں ہو سکتی ہے چونکہ اسکے لئے کوئی چیز نہ تو غیر میسّر ہے اور نہ کوئی اس سے اچھی اور بوجہ کامل سُکھ رکھنے کے وہ سُکھ کی تمنّا بھی نہیں رکھتا اسلئے ایشور میں خواہش کا تو امکان بھی نہیں مگر ایکشن سے یعنی سب قسم کی ودیا کی نموداری اور تمام کائنات کو بنانا۔ کہ اسکو ایکشن کہا گیا ہے" ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۶۵

اس سے ظاہر ہے کہ تمام علوم کا ظہور اور تمام کائنات کا بننا خدا تعالیٰ کے ایکشن سے ہی جسے دوسرے لفظوں میں ارادہ کہتے ہیں چنانچہ آگے چلکر سوامی جی پیدائش عالم کے متعلق بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"پرماتما نے ایکشن یعنی علم غور اور ارادہ کیا کہ مَیں تمام عالم کو بنا کر ظاہر ہوؤں" ستیارتھ صفحہ ۲۸

"جو پرماتما سب گناہوں سے بڑھاپے موت غم بھوک پیاس سے الگ ہے۔ سچّی خواہش اور سچّے ارادہ والا ہے" ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۱۵ (بحوالہ چھاندوگیہ اپنشد)

اب جبکہ واقعات سے۔ دلائل عقلی سے اور خود سوامی دیانند جی اور اپنشدوں کی شہادت سے خدا کی ذات میں ایکشن یعنی علم غور اور ارادہ اور ست کامنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ست سنکلپ یعنی سچّی خواہش اور سچّا ارادہ ثابت ہو گیا تو اب اس کا انکار کرنا صرف اسلئے کہ اسکی علت کسی سماجی کو نہیں ملتی صریح ظلم ہے اور اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ اندھا جس نے سورج دیکھا ہی نہیں (نہ اس جنم میں نہ کسی پچھلے جنم میں!!!) یہ کہدے کہ روشنی کوئی شئے ہی نہیں کیونکہ اسے نظر جو نہیں آتی۔

ترجیح بلا وجہ ارادہ الٰہی پر مَیں ایک آخری بات کہکر اس حصّہ مضمون کو ختم کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جہاں کسی کام کے کرنے کے لئے دو طریق بالکل مساوی ہوں یا جہاں کرنا اور اُلٹا کرنا یا نہ کرنا فاعل کی ذات کے لحاظ سے برابر ہو تو ایسی حالت میں دو طریقوں میں سے کوئی ایک سا طریق اختیار کرنا بلاوجہ ہی ہو سکتا ہے مثلاً ہم ایک شہر کو جانا چاہتے ہیں اسکے دو راستے ہیں

دونوں راستے نفع اور نقصان کے لحاظ سے ہر طرح مساوی ہیں اب ہم دونوں میں سے ایک ہی راستہ جائینگے تو ہمارا اس راستہ سے اور دوسرے سے نہ جانا کسی خاص وجہ پر مبنی نہیں ہے بلکہ یہ ترجیح بلا سبب کے ہے اور اگر کوئی ہم سے یہ پوچھے کہ کیوں تم نے یہ راستہ اختیار کیا اور دوسرا نہ کیا تو ہمارا جواب یہی ہوگا کہ یہاں کیوں کا دخل نہیں ہے۔ اگر ہم دوسرے سے جاتے تو تم پھر یہی پوچھ سکتے تھے کہ اس دوسرے راہ سے کیوں گئے۔ پس یہ سوال ہی غلط ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے لئے مخلوق کے نہ ہونے سے کوئی کمی نہیں آجاتی اور اسکے ہونے سے کوئی اس کی ذات میں زیادتی نہیں ہوجاتی۔ (اس ہمارے بیان کے مخاطب جینی نہیں ہیں کیونکہ انکے نزدیک خدا کو مخلوقات کا انتظام کرنا ایک بکھیڑا ہے) اس کی ذات غنی ہے اسلئے پیدائش کے وقت خدا تعالیٰ کا اپنی صفت خالقیّت کو حرکت دینا بلا کسی سبب کے ہے اور اگر کوئی سبب ہے تو وہ صفت خالقیت کا ہی طبعی تقاضا ہے جو خدا تعالیٰ کے ارادہ کے ماتحت پورا ہوتا ہے اور یہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ طبعی تقاضا کیوں ارادہ کے ماتحت ہے۔

الغرض چاہے یہ کہو کہ بلا سبب ہی خدا نے محض اپنی صفت خالقیّت کے اظہار کے لئے دنیا کو پیدا کر دیا اور خواہ یوں کہو کہ ہمیں سبب معلوم نہیں یا یوں کہو کہ اپنے ازلی علم کے مطابق جب سے خدا نے چاہا مخلوقات کا سلسلہ محض اپنی مرضی سے پیدا کیا کوئی اعتراض درحقیقت وارد نہیں ہوتا۔

حرکت یا فعل نیبہ ہو ہی نہیں سکتا۔

فاعل بالخاصہ اور فاعل بالارادہ میں مابہ الامتیاز جو شے ہے وہ فعل کی نوعیت ہے یعنی اگر فعل ہر حال میں جاری ہے تو فاعل بالخاصہ ہے اور اگر کبھی فعل رک بھی جاتا ہے تو پھر فاعل بالارادہ ہے۔ دیکھو ایک اگنی کا ذرہ جو بالخاصہ گرم ہے وہ اپنی گرمی سے ایک لحظہ کے لئے بھی الگ نہیں ہوسکتا۔ یہانتک کہ بقول آریہ صاحبان خدا بھی (نعوذ باللہ) اسکی گرمی کو روک نہیں سکتا۔ تو کیونکر ممکن ہے کہ اگر خدا فاعل بالخاصہ ہو تو اس کا فعل کسی حالت میں بھی رک سکے لیکن ہم دکھا چکے ہیں کہ برہم راتری میں برہما جی آرام فرماتے ہیں۔ اور یہ تو آریہ سماجی بھی مانتے ہیں کہ پرلے کے زمانہ میں جب تمام چیزیں اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہیں ذرہ ذرہ الگ ہوجاتا ہے روحیں اجسام سے الگ ہوجاتی ہیں جسے سامہ اوستھ کہتے ہیں اس وقت کوئی حرکت نہیں ہوتی۔ حرکت اسوقت ہوتی ہے جبکہ پیدائش کا وقت شروع ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوگیا کہ خدا تعالیٰ فاعل بالارادہ ہے۔

ایک آریہ کا اعتراف ایک دفعہ پنڈت رامچندر دہلوی سے مناظرہ میں یہ سوال پیش ہوا اور میں نے کہا کہ جس قوت سے ذروں کا اتصال ہو رہا ہے اگر وہ بدستور کام کرتی ہے تو کبھی پرلے ہو ہی نہ سکے اس لئے یہ ضروری ہے کہ وہ حرکت جس سے یہ اتصالی حالت پیدا ہو رہی ہے پہلے رُکے اور پھر اپنا رُخ بدلے جس طرح اگر ہم چلتے چلتے اپنے قدموں پر لوٹنا چاہیں تو ہمیں پہلے ٹھہرنا ہوگا پھر لوٹنا۔ پس اس صورت میں ماننا پڑیگا کہ خدا کو اپنی حرکت کے روکنے پر اختیار رہے یا یہ کہ وہ صاحب ارادہ ہے۔ اس پر نہایت صفائی سے آریہ مناظر نے جواب دیا کہ پرلے کے وقت حرکت کا رُکنا صرف ایک چھن بھر کے لئے ہوتا ہے اور فوراً حرکت سے پرلے شروع ہو جاتی ہے جس طرح گھڑی ساز گھڑی کو پہلے جوڑتا ہے تو بھی کرم کر رہا ہے پھر جب کھولتا ہے تو بھی کام کر رہا ہے بیکار نہیں۔ تب میں نے کہا کہ بالکل ٹھیک فرمایا ہے لیکن یہ تو فرمائیے کہ وہ صرف چھن بھر جو رُک سکتا ہے وہ دو چھن روک لے تو کون سا امر مانع ہوگا تب پنڈت جی آئیں بائیں شائیں کر کے رہ گئے۔ غرض ایک لمحہ کے لئے بھی حرکت کا روک لیا جانا خدا کے فاعل بالارادہ ہونے کی دلیل ہے۔

خدا کے فاعل بالارادہ ہونے پر آخری دلیل اگر ہم خدا تعالیٰ کو بھی بے جان اور بے اختیار عناصر کی طرح اپنی صفات کو طبعی طور پر اثر کرنے والا مانیں تو نہ صرف خدا کا علیم و حکیم ہونا ہی باطل ٹھہرتا ہے بلکہ دنیا کی پیدائش و فنا کا سلسلہ کبھی چل ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ جیسے پیدا کرنا طبعی خاصہ ہے فنا کرنا بھی طبعی خاصہ ہے دونو خاصوں کے برابر ہونے سے دونو صفات ہی معطل ہو جائیں گی جیسے اگر دو ایک جیسے مقناطیس کے ٹکڑوں کے درمیان لوہا رکھ دیا جاوے تو لوہا نہ اِدھر ہوگا نہ اُدھر۔ یا جیسے ایک انجن میں آگے اور پیچھے چلنے کی قوت برابر ہو اور دو قوتیں برابر کام کر رہی ہوں تو انجن جہاں ہے وہیں کھڑا رہیگا۔ اور اگر کام کرنا مقصود ہو تو پھر ڈرائیور کی ضرورت ہے جو ایک قوت کو روک کر دوسری سے کام لے۔ ٹھیک اسی طرح خدا تعالیٰ میں ایک تیسری قوت کی ضرورت ہے جو قوت پیدائش اور قوت فنا سے حسب ضرورت کام لے۔ اسی قوت کو ہم قوت ارادی کہتے ہیں۔ بغیر اس قوت کے خدا تعالیٰ اور دوسرے جڑ پدارتھوں میں کچھ فرق ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس حقیقت کو واضح کرنیکے لئے ہم سوامی جی کا ایک حوالہ درج ذیل کرتے ہیں۔

"نواں ناستک کہتا ہے کہ فطرت سے دنیا کی پیدائش ہوتی ہے جیسے پانی اور اناج کے ملنے سے کرم پیدا ہوتے ہیں اور بیج مٹی پانی کے ملاپ سے گھاس درخت وغیرہ اور پتھر وغیرہ بنجاتے ہیں ××× اسی طرح تمام عالم عناصر کی تاثیر و خاصیت سے پیدا ہوا ہے اسکی بنانیوالا کوئی نہیں"

جواب۔ "اگر فطرت سے دنیا پیدا ہوتی تو فنا کبھی نہ ہوتی اور جو فنا ہونا بھی طبعی مانو تو پیدائش نہ ہوگی۔ اور اگر دونو خاصیتیں اشیاء کے اندر یکجا مانوگے تو پیدائش اور فنا کا قانون قائم نہ رہ سکیگا۔ اور اگر علت فاعلی سے پیدائش اور فنا مانوگے تو فاعل پیدائش اور فنا ہونیوالے جوہروں سے علیحدہ ماننا پڑیگا۔ اگر فطرۃ ہی سے پیدائش اور فنا ہوتی تو پیدائش اور فنا کا ہم عصر ہونا ممکن نہیں ہوسکتا۔ × × × × × × جبتک پرمیشور پرکرتی کے ذرات کو علم اور حکمت سے نہیں ملاتا بیجان اشیاء خود بخود کسی مقصد کو پورا کرنے کے لئے کوئی خاص شئے نہیں بن سکتیں۔ لہٰذا فطرۃ وغیرہ سے دنیا نہیں بنتی بلکہ پرمیشور کے بنانے ہی سے بنتی ہے۔"
(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸۷)

سوامی جی کی دلیل اگر صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو اس کا نتیجہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ فاعل بالارادہ ہے اور اسی امر کو سوامی جی نے پرمیشور کے علم و حکمت سے تعبیر کیا ہے۔ اگر یہ نتیجہ صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر جو اعتراض فطرت سے پیدائش پر سوامی جی نے کیا ہے وہ خدا کے فاعل بالخاصہ ہونے کی صورت میں بھی برابر عاید ہوتا ہے۔ سنو!

سوامی جی کے اعتراضات یہ ہیں کہ اگر فطرۃ سے پیدائش ہوتی تو فنا کبھی نہ ہوتی اور اگر دونو خاصے فطرۃ میں مانو تو پیدائش اور فنا کا قانون قائم نہیں رہیگا یعنی نہ پیدائش ہوگی اور نہ فنا۔ اور تیسرے یہ کہ فطرۃ سے پیدائش کی صورت میں لازم آتا ہے کہ پیدائش اور فنا ہم عصر یا ہم عمر ہوں لیکن یہ ناممکن ہے۔ اب غور کرو کہ اگر پرمیشور کا فعل بھی اس کا ایک طبعی خاصہ ہے تو پھر یہ تینوں اعتراض بدستور قائم رہے۔ مانا کہ پرمیشور میں پیدائش اور فنا کا ایک خاصہ یا دونو خاصے ایک جا جمع ہیں لیکن جس طرح دوسری اشیاء کے اندر دونو خاصوں کے جمع ماننے کی صورت میں پیدائش اور فنا کا قانون نہیں رہتا اسی طرح پرمیشور میں دونو خاصوں کے جمع ہونے سے بھی نہ پیدائش ہوسکتی ہے اور نہ فنا۔ پس اس پیدائش اور فنا کے قانون کو قائم رکھنے کے لئے پرمیشور میں طبعی خواص کے اندر کوئی ایسا بھی خاصہ چاہیئے جو دوسرے طبعی خواص کو موقع اور محل کے مطابق ظاہر کرے۔ یہی خاصہ ارادہ ہے اور اسی کو سوامی جی نے علم و حکمت کہکر اعتراض کو توڑا ہے۔

دَور تسلسل سوامی جی کا تیسرا اعتراض کہ اگر فطرۃ سے پیدائش اور فنا تسلیم کی جائے تو پیدائش اور فنا ہمعصر ہو جاتی ہیں جو ناممکن ہے بہت قابل قدر اعتراض ہے کیونکہ اس سے

آریہ سماج کے مسئلہ دَور تسلسل کی جڑ اکھڑ جاتی ہے۔ جب یہ امر تسلیم کر لیا جاوے کہ پیدائش اور فنا ہمعصر ہو ہی نہیں سکتیں۔ تو یہ ماننا پڑا کہ جب سے پیدائش ہے تب سے فنا نہیں اور فطرۃً یہ کہنا ہوگا کہ پیدائش پہلے تھی کیونکہ فنا تو پیدائش کے بعد ہی ہو سکتی ہے لہٰذا یہ کہنا کہ ہمیشہ سے پیدائش اور فنا یکے بعد دیگرے چلے آتے ہیں ان کے سلسلہ کا آغاز نہیں ہے غلط ماننا پڑیگا کیونکہ اس قول کے تو یہ معنی ہیں کہ پیدائش اور فنا ہمعصر ہیں جو باطل ہے لہٰذا دَور تسلسل کا مسئلہ بھی غلط ہے۔

کیا خدا جھوٹ بول سکتا ہے؟

خدا تعالیٰ پاک ہے اور وہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ لیکن بعض چالاک آریہ سماجی خدا تعالیٰ کو فاعل بالخاصہ ثابت کرنے کے لئے پوچھا کرتے ہیں کہ کیا خدا جھوٹ بول سکتا ہے اور جب ہم یہ جواب دیدیں کہ نہیں تو کہا کرتے ہیں کہ ثابت ہوا کہ پھر اسے جھوٹ یا سچ بولنے پر اختیار نہیں بلکہ اس کا خاصہ ہی سچ بولنا ہے۔ ارادہ وغیرہ اس میں نہیں ہے مگر یہ محض دھوکہ ہے جو یہ لوگ اپنی ناسمجھی سے دینا چاہتے ہیں پہلے دیکھنا تو یہ چاہیئے کہ خدا تعالیٰ میں بولنے اور نہ بولنے کی قدرت ہے یا نہیں اگر اس میں یہ صفت ہے کہ وہ بولتا بھی ہے اور جب چاہے نہیں بھی بولتا تو ارادہ تو ثابت ہو گیا لیکن جھوٹ بولنا چونکہ اسکی شان کے خلاف ہے اس لئے وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ اور اس کا ایسا نہ کر سکنا اسکو بے ارادہ ثابت نہیں کر سکتا دیکھو ہم بھی بعض اوقات کسی فعل کے کرنے سے رُک نہیں سکتے کیونکہ اس وقت حالات ایسے ہی ہوتے ہیں تو کیا ہم فاعل بالخاصہ یا خالی از ارادہ ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دراصل ایسے موقعہ پر ہمارا ارادہ ہی یہ ہوتا ہے کہ ہم وہ کام ضرور کریں۔ ہاں کرنے یا نہ کرنیکا جو اختیار ہم اپنے اندر پاتے ہیں وہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم فاعل بالارادہ ہیں۔

اگر خدا چاہے

روح انسانی جو فاعل بالارادہ ہے اس پر قیاس کر کے ہم خدا کے فاعل بالارادہ ہونے کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں دیکھو جب کبھی ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ہم چاہنے کی طاقت رکھتے ہیں پس تمام دنیا کا یہ کہنا کہ اگر خدا چاہے تو ایسا ہو گا یا ویسا یہ خدا تعالیٰ کے چاہنے والا یا ارادہ والا ہونے کی ایک ایسی دلیل ہے جو فطرۃً تمام انسانوں کے دلوں میں موجود ہے ممکن ہے کہ کوئی آریہ مہاشہ کہہ اُٹھیں واہ یہ کیا ہے اسلئے میں انہیں اس دلیل کو سوامی جی کے مُنہ سے سُنوائے دیتا ہوں۔ لو سنو!

سوال۔ اگر ایشور اوتار نہ لیوے تو کنس اور راون وغیرہ ایذا رساں لوگ کس طرح ہلاکت کو پہنچیں۔

جواب۔ وہ بوجہ محیط کل ہونے کے کنس و راون وغیرہ کے جسموں میں بھی موجود ہے جس وقت چاہے اسی وقت کی ہ... [illegible]

شذرات

(چیونٹی)

حال میں ایک جرمن پروفیسر کی ایک تازہ کتاب چیونٹیوں کے متعلق شائع ہوئی ہے۔ اس میں اس نے بتلایا ہے کہ چیونٹیاں تمام وہ کام کرتی ہیں جو کہ انسان کرتا ہے۔ ان کی بھی انسانوں کی طرح تہذیب و تمدن ہے۔ مثلاً وہ محنت کرتی ہیں۔ خوراک کی تلاش کرتی ہیں۔ گھر بناتی ہیں۔ خوراک کا ذخیرہ کرتی ہیں۔ بچوں کی آیہ گیری اور تربیت کرتی ہیں۔ ان میں سے عام سے عام اور چھوٹی سے چھوٹی سوچتی ہے۔ تدبر کرتی ہے اور نتائج اخذ کرتی ہے۔ زراعت۔ صنعت حرفت۔ تمدن و معاشرت۔ حکومت کے قوانین ان کے اندر جاری ہیں۔ نوشت و خواند کا سلسلہ بھی پایا گیا ہے۔ اپنے حقوق اور ملک کی خاطر صلح اور جنگ وغیرہ بھی کرتی ہیں۔

بعض ایسی ہیں جو کہ دودھ دیتی ہیں۔ اور بعض ایسی ہیں جو کہ باوجود زندہ ہونیکے شہد کے برتن کا کام دیتی ہیں۔ مصافحہ کرتی ہیں اور تمام امور مصافحہ ہی کے ذریعے ایک دوسری کو بتلاتی ہیں۔ انسان تو نہایت محدود ذرائع سے اپنے مافی الضمیر کو ادا کر سکتا ہے۔ لیکن چیونٹیاں اَن گنت طریقوں سے مصافحہ کے ذریعے سے اپنے مطلب کو بتا سکتی ہیں۔ حساب کی رو سے ......۱۱۶۳۱۱۳۴۳ طریقوں سے اپنے مافی الضمیر کو دوسرے پر ظاہر کر سکتی ہیں؛

طبی تحقیق:۔ امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں علم جراثیم کے ایک ماہر ڈاکٹر نے تحقیق کی ہے کہ الٹرا مائیکروبز (جراثیم) جو کہ امراض کے جراثیم پر پلتے ہیں جدا ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب (جن کا نام گرین ہے) کا خیال ہے کہ اس ایجاد سے آیندہ میڈیکل ترقی پر بہت اثر پڑیگا۔ ان کا خیال ہے کہ ہر ایک مرض ہوئے سِل کے جس کا حملہ کسی انسان یا حیوان پر ہوتا ہے بہت جلد اس مرض کے کیڑے سیرم کی پچکاری میں الٹرا مائیکروبز ملا کر تباہ کیئے جا سکینگے۔ ان کے تجربہ میں اس قدر مہلک سیرم تیار ہو سکتا ہے کہ ایک ہی قطرہ سے نمونیا۔ تپ محرقہ۔ خناق۔ ہیضہ اور آتشک کے بہت ہی پلے ہوئے کیڑوں کو فوراً تباہ کیا جا سکتا ہے۔

الٹرا مائیکروبز اس قدر باریک جراثیم ہیں کہ وہ بڑی سے بڑی طاقت والی خوردبین سے بھی دکھائی نہیں دیتے۔ لیکن ڈاکٹر گرین کا تجربہ ہے کہ وہ واقعہ میں پائے گئے ہیں ؛

شادی کا تجربہ

امریکہ کے ڈاکٹر مسمی پنٹو (جو کہ ایک شہر کا ہیلتھ کمشنر ہے) نے تجویز کی ہے کہ اگر شادی کے بعد دو سال تک اولاد نہ ہو تو وہ شادی خود بخود اس مدت کے بعد معاً منسوخ سمجھی جاوے۔ اس تجویز پر عورتوں میں ایک شور برپا ہوا ہے اور مخالف و موافق آراء کا اظہار ہو رہا ہے۔ خود اس ڈاکٹر صاحب کی بیوی نے کہا کہ اگر یہ تجویز قانون کی صورت میں رائج ہوتی تو آج سے کئی سال قبل میں اور میرا خاوند جدا ہو گئے ہوتے۔ کیونکہ ہمارے ہاں دو سال کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ اور بیس سال سے زائد عرصہ میں ہمارے ہاں صرف دو بچے پیدا ہوئے ہیں جن میں سے ایک سولہ اور دوسرا اٹھارہ سال کا ہے۔

ایک دوسری عورت (جو کہ سرکاری وکیل رہ چکی ہے) نے کہا کہ یہ تجویز پہلے بھی کئی بار نمودار ہو چکی ہے۔ لیکن اس قانون کا پاس ہونا ایک ناممکن امر ہے کیونکہ یہ ایک ذاتی معاملہ ہے۔

ایک نیویارک کے ڈاکٹر نے اس تجویز کی تائید کی ہے۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ مدت بجائے دو سال کے پانچ سال ہونی چاہیئے۔

ایک عورت جو کہ ناولسٹ ہے وہ کہتی ہے کہ جہاں تک اس کا خیال ہے دنیا کو زیادہ خطرہ زیادتی اولاد کا ہو رہا ہے بہ نسبت کمئی اولاد کے۔

ایک دیگر عورت جو کہ وکیل ہے کہتی ہے کہ بیشک یہ تجویز پاس ہونی چاہیئے کہ کسی خاص مدت کے بعد اگر اولاد پیدا نہ ہو تو شادی منسوخ سمجھی جاوے کیونکہ اصل غرض شادی سے اولاد پیدا کرنا ہی ہے۔

فطرت بول اٹھی۔ ولایت کا ایک معزز اخبار لکھتا ہے۔ کہ کیوں اس مشکل کا حل دوسری شادی سے نہ کیا جاوے۔ جس سے پہلی شادی بھی قائم رہیگی اور کسی کے ذاتی معاملات میں بھی دست اندازی نہ ہو گی۔ یہ محض ایک ذاتی معاملہ ہے جسمیں کوئی قانون دخل نہیں دے سکتا۔

رومن کیتھولک عیسائی عورتوں کی ہمت
ناصرہ ہوس لنڈن

یہ ایک عمارت کا نام ہے جو کہ لنڈن میں ہے۔ اس میں یتیم۔ لاوارث بچے۔ اور ضعیف العمر مرد و عورت جن کا کوئی رشتہ دار نہ ہو اور کام کاج سے عاجز ہوں پرورش پاتے ہیں۔ اس بھاری ذمہ واری کا کام سالہا سال سے بعض ننز سرانجام دے رہی ہیں۔ اس میں اسوقت پانچ سو سے لیکر چھ سو تک نفوس پرورش پا رہے ہیں۔ یہ عورتیں بعض ذی ثروت لوگوں سے چندہ لاتی ہیں۔ مارکیٹ سے اجناس کی شکل میں مثلاً گوشت ترکاری وغیرہ بھی چندہ میں لے آتی ہیں۔

بچوں کی خوراک۔ لباس کے علاوہ ان کی تعلیم و تربیت کا بھی پورا پورا انتظام کیا گیا ہے۔ بڑے بڑے لائق فائق اُستاد سکول میں رکھے ہوتے ہیں۔ قومی یا مذہبی تیوہار کے دن بچوں کو ہر وہ چیز دیجاتی ہے جو دوسرے بچوں کو ملتی ہے۔

بوڑھے مرد اور عورتوں کے آرام کا پورا پورا انتظام کیا گیا ہے۔ گرمی سردی کی موسمی ضروریات کا خاطر خواہ انتظام کیا گیا ہے۔ مردوں کے لئے ہر صبح تازہ اخبار آتے ہیں۔ اور دن بھر میں تفریح کے لئے بعض اندرونی کھیلوں کا بھی انتظام کیا ہوا ہے۔ عورتیں سینے پرونے بُننے وغیرہ کے مشاغل میں مصروف رہتی ہیں۔ بہتر سے بہتر کھانا ان سب کے لئے تیار ہوتا ہے ؛

اوّل مذہب بعد سیاست

مسٹر لائیڈ جارج کی تقریر ایک گرجے میں

مسٹر لائیڈ جارج نے ویزلین چرچ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں وہ آخری انسان ہونگا جو کہ کسی سیاسی آدمی کے کام کی بیقدری کریگا اور میں خود بھی اہل سیاست کے حلقہ کا ایک حقیر اور ناچیز آدمی ہوں۔ لیکن بایں ہمہ میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اخلاقی جذبات کے اُبھارنے اور ان کو زندہ رکھنے کا کام وہی لوگ کرتے چلے آئے ہیں جو کہ قوموں کی سیاست پر بھی حکمرانی کرتے ہیں۔ مذہب پہلے ہے اور سیاست بعد میں۔ بہتر سیاست دان وہ ہے جو کہ ملک و قوم کی صحیح ترجمانی کرے۔ اور اگر وہ ٹھیک ترجمان نہیں تو فوراً مذہبی بزرگوں کا کام اسکے دائرہ عمل کو تنگ کردیگا ؛

امریکہ میں مذہبی اشاعت کا زور

بے تار برقی آلہ کے ذریعہ سے

تمام ریاستہائے متحدہ امریکہ میں مذہب کی اشاعت بے تار برقی آلہ کے ذریعے عام ہو رہی ہے ہر اتوار کو کسی قابل پادری کا وعظ اِس آلہ کے ذریعے تمام ملک میں پھیلایا جاتا ہے بہت سے علاقوں میں یہود کے گرجوں کا وعظ ہر شام کو تمام ملک میں پھیلایا جاتا ہے دو اور گروہ ہیں جو کہ جدید خیال کے ہیں وہ بھی دونو اپنے اپنے مرکز سے اپنے اپنے مذہب کی اشاعت میں خوب کوشش صرف کر رہے ہیں آج رومن کیتھلک والوں نے بھی نیو یارک میں ایک جگہ پر اس آلہ کے لگانے کا انتظام کیا ہے جس پر دس ہزار پونڈ خرچ ہوگا اور وہاں ان کے پادری کام کرینگے۔ ان کا ارادہ ہے کہ اسی وقت کا ایک ایک آلہ شکاگو اور سان فرانسسکو میں بھی لگایا جاویگا جہاں سے ان کا کارڈینل اپنے خاص خاص کلیسیا کے پیغام لوگوں کو پہنچائیگا ؛

تفاوت فی المراتب اور غربت کا سبب ایک ڈاکٹر پروفیسر کا خیال

کنگ ایڈورڈ ہاسپٹل میں ایک ڈاکٹر پروفیسر میکبرائیڈ نے لیکچر دیا ہے کہ سب سوالوں سے بڑا مسئلہ جسمانی و دماغی کمزوریوں کے ورثہ کا سوال ہے۔ کیونکہ اسی ورثہ کی وجہ سے بعضوں کو غربت وغیرہ لاحق ہوچکی ہے اور اسی سے بعض خوش قسمت اور بدقسمت کہلاتے ہیں۔ پس یہ ایک اہم سوال ہے کہ کمزور طبقہ کے لوگوں کی پسماندگی وغیرہ ارد گرد کے حالات کا نتیجہ ہے یا کہ ان کی خاندانی کمزوریوں کے ورثہ کے باعث ہے۔ اسکے جواب میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے ظاہر کیا کہ حیوانات پر تجربہ کرنے سے معلوم ہوا ہے۔ کہ اس تفاوت فی المراتب کا باعث خاندانی کمزوریوں کا ورثہ ہے۔ چنانچہ سنہری مچھلی کے حسن کا باعث صرف یہ ہے کہ ابتدا میں اسکے انڈے پوری روشنی اور ہوا نہ پانیکی وجہ سے کمزور ہوگئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ انڈے اپنی ابتدائی حالتوں میں روشنی اور ہوا کی بھوک کی وجہ سے پورا نشوونما نہ پاسکے اور مختلف اعضاء کے بڑھنے میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ اسی طرح انسانی جسم کے نشوونما کے متعلق بھی ہوا۔ کہ بعض لوگوں کے جسمانی قویٰ انکی ابتدائی حالتوں میں بھوکا رہنے کی وجہ سے اور ماں کا خون زہر آلود ہوجانیکی وجہ سے کمزور ہوگئے اور جونہی کہ ایک دفعہ ایسا ہوا پھر وہ کمزوری ورثہ میں داخل ہوگئی۔

دماغی نقص کا باعث بھی دماغ کے بہتر حصوں کے پوری طور پر نشوونما نہ پانیکی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایسے انسان سوسائٹی کے لئے بہت خطرناک ہوتے ہیں کیونکہ وہ عقل و دانش کے دشمن ہوتے ہیں۔ اور اپنے ہم مثل پیدا کرتے چلے جاتے ہیں۔ امریکہ کی تحقیقات نے بھی ثابت کیا ہے کہ کمزور دل جوڑے کے بچے کمزور دل والے پیدا ہوتے ہیں۔ نیز یہ بھی انہوں نے ثابت کیا ہے کہ اکثر مجرم۔ عادی شرابخور اور کنچنیوں کے دل بھی کمزور ہوتے ہیں۔ پس غربت وغیرہ کا علاج کسی سوشل ریفارم وغیرہ سے نہیں ہوسکیگا۔ سوشل ریفارم سے اس کا دفعیہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی مرض کے اصل جرم کو تباہ کرنیکی بجائے محض اسکے آثار کا علاج کیا جاوے۔ اس مصیبت کا صرف ایک اور ایک ہی علاج ہے اور وہ یہ کہ آیندہ ایسے کمزور جسم و دماغ والوں کی پیدائش کو روکا جاوے۔ لاتقتلوا اولادکم خشیۃ املاق (ریویو)

ہمالہ کی چوٹیوں پر زندگی

میجر ہنگسٹن جو کہ کوہ ہمالہ کی چوٹی کی بلندی وغیرہ معلوم کرنے میں کوشاں ہیں وہ لکھتے ہیں کہ ۱۷۰۰۰ فٹ کی بلندی پر ہرن اور بھیڑوں کے ریوڑ برف کے میدانوں میں دیکھے گئے ہیں۔ انہی برف کے میدانوں میں ٹوٹی ہوئی چٹان پر کچھ گھانس وغیرہ اگا ہوا

ہے جن پہ ان کا گذارہ ہے۔ ایک جگہ اتنی ہی بلندی پر ایک پرندے نے گھونسلا بھی بنایا ہوا ہے۔ ایک کیڑا جو کہ عام طور پر پھدکتا پھرتا ہے وہ اس سے بھی ہزاروں فٹ اونچی بلندی پر پایا گیا ہے۔ شہد کی مکھی۔ تیتری اور گرم کیڑوں کا گیرا ۲۱۰۰۰ فٹ کی بلندی تک پہنچے ہوتے ہیں۔ اور ایک گوشت کی قسم کا جانور تو ۲۰۰۰۰ فٹ کی بلندی پر بھی پایا گیا ہے۔ مگر یہی برف کے دائمی منجمد مقاموں کے نقطہ سے بھی بہت اوپر تک پائی گئی ہے۔ بلکہ نباتاتی سبزی سے ۴۰۰۰ فٹ اوپر تک بھی یہ دیکھی گئی ہے جہاں کہ یہ برف کے جزیروں وغیرہ میں رہتی ہے۔ اور صاحب موصوف کا خیال ہے کہ یہ وہاں ایک دوسرے کو کھا کر رہتی ہیں ۞

ایک اٹھارہ سالہ لڑکی کی جسارت انگلش چینل کے عبور کا ارادہ

نیویارک (امریکہ) کی تیرنے والی ایک کلب نے اعلان کیا ہے کہ لڑکی مس ویلن رائیٹ نے جسکی عمر ۱۸ سال ہے انگلش چینل کو عبور کرنے کے لئے درخواست کی چنانچہ اس کی درخواست منظور ہو گئی ہے۔ یہ لڑکی ماہ جون میں ڈوور کی طرف روانہ ہو جائیگی اور پھر وہاں کچھ عرصہ ٹھیر کر ماہ اگست کے سب سے پہلے کسی اچھے دن چینل کو عبور کرنا شروع کریگی۔ یہ لڑکی اسقدر مشاق ہے کہ اسکی رفتار دس منٹ فی میل تمام ان آدمیوں سے زیادہ ہے جنہوں نے آجتک چینل کو عبور کیا ہے ۞

دنیا کا سب سے بڑا ہوائی جہاز

برطانوی حکومت ایک ہوائی جہاز تیار کرنے لگی ہے جو کہ دنیا کے موجودہ سب سے بڑے ہوائی جہاز سے دوگنا ہوگا۔ اس کی ساخت کا کام ماہ جولائی میں شروع ہوگا۔ یہ پہلے چھوٹے تجربوں کے بعد انگلستان اور ہندوستان کے درمیان پرواز کریگا اور ۱۹۲۶ء میں واپس انگلستان چلا جائیگا۔ اس کا شیڈ جو کہ ۱۸۰ فٹ اونچا ہوگا ایک ہندوستان میں اور ایک انگلستان میں ہوگا۔

اس جہاز کا مجموعی حجم پچاس لاکھ مکعب فٹ ہوگا۔ ۷۲۰ فٹ لمبائی، ۱۴۰ فٹ اونچائی ہوگی۔ یہ سات انجنوں سے جن میں سے ہر ایک چھ سو گھوڑے کی طاقت کا ہوگا چلایا جائیگا ایندھن تیل کا ہوگا اور نہایت سستے پیمانہ پر چلایا جائیگا۔ جہاز کی پوری طاقت کے وقت ۱۲۵۰ پونڈ وزن کا تیل فی گھنٹہ صرف ہوگا۔ کل وزن جہاز کا ۱۵۵ ٹن ہوگا۔ اصل حصہ جہاز کا سٹیل جوڑ لوہے سے بنایا جائیگا۔ اس کے اندر ایک وقت میں سو مسافروں کی

رہائش کی گنجائش ہوگی ٭

لنڈن کرسمس ڈاک | ایام کرسمس کی ڈاک کی مقدار کی رپورٹ جو جنرل پوسٹ آفس لنڈن نے کی ہے حسب ذیل ہے :-

خطوط جو سینٹرل آفس سے پوسٹ ہوئے۔ ۱۰۸۰۰۰۰

پارسل " " " " ۱۱۱۰۰۰۰

" " " میں وصول ہوئے۔ ۵۰۰۰۰۰

پارسلوں کے بیگ جو صوبہ جات کو روانہ ہوئے ۲۸۰۰۰۰

اقتباسات

ترجمہ از مسلم ریویو آف ریلیجنز (لنڈن)

معاہدہ نکاح | گذشتہ نومبر ۱۹۲۴ء کو انگلستان میں پادریوں کی ایک کمیٹی ہوئی۔ پادری ٹی۔ اے۔ لیسی کینن نے یہ ریزولیوشن پیش کیا کہ شادی کے موقع پر جو عورت سے یہ اقرار لیا جاتا ہے کہ "کیا تو اپنے خاوند کی اطاعت اور خدمت کریگی" اسکی بجائے یہ ہونا چاہیئے کہ کیا تو اپنے خاوند سے محبت کریگی اور آرام پہنچائیگی" اور محبت اور غمگساری کا اقرار دونو میاں بیوی سے لینا چاہیئے۔ لفظ "اطاعت" کی تبدیلی کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی کہ طبعی طور سے تمام شرفا خاندانوں میں اطاعت کی ہی جاتی ہے۔ اسلیئے اس خاص لفظ کے رکھنے سے کسی غلط فہمی کا اندیشہ ہے۔ اسلیئے اسکی بجائے لفظ "خدمت" کا ہونا چاہیئے۔

لنکولرج کے ڈین نے تائید کرتے ہوئے کہا کہ شادی کے معاملہ کے لحاظ سے ہم لوگ اب بہت بلند طبقہ میں پہنچ گئے ہیں۔ اسلیئے طلاق کے جواز کے لیئے ایسی صورت کا اختیار کرنا ضروری ہے۔

ایک اور پادری کینن بالڈون نے کہا کہ عیسائیت کی ہمیشہ سے یہ تعلیم چلی آئی ہے کہ عورت مرد کی محکوم ہے۔ ایک دوسرے پادری نے کہا کہ اگر ذرہ بھی یہ بات مشہور ہوگیا کہ گھر کا کوئی سردار نہیں تو اس سے بغاوت کے اصل کی بنیاد رکھی جائیگی۔ یہ اصلاح ۲۶۹ ووٹ کے برخلاف ۱۰۰ ووٹ سے مسترد ہوگئی ٭

ایک جرمن لیڈی کا اعتراض اور اس کا جواب

ایک جرمن لیڈی نے مولوی مبارک علی صاحب کو لکھا کہ میں وہ مذہب نہیں پسند کر سکتی جو ایک طرف عورت کو مرد کے ساتھ تمام مساوی حقوق دینے کا دعویدار ہو اور ساتھ ہی خاوند کو عورت کے مارنے کی بھی اجازت دیتا ہو۔ اسکے جواب میں مولوی صاحب موصوف نے لکھا۔ کہ اس سزا کی اجازت اسلام نے عورت کے کسی انتظامی نقص یا گھر کا کوئی نقصان کرنے پر۔ یا دیگر کوئی مالی نقصان وغیرہ کرنے پر نہیں دی۔ بلکہ ایسے نفاذ کی اجازت صرف اسکے اخلاقی نقص کے موقع پر ہے۔ اور اسکے لئے بھی تین شرطیں ہیں: اوّل یہ کہ نصیحت کرے۔ اگر نصیحت سے کوئی اثر پیدا نہ ہو تو بستر سے علیحدہ کر دے۔ اور وہ بھی چار ماہ سے زائد نہیں۔ اگر اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو پھر پوشیدہ طور پر اپنے گھر میں اسکو ہلکی بدنی سزا دے کہ لیکن جسم کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

عورت کے کسی اخلاقی نقص کے موقع پر مرد کے لئے تین راہیں کھلی ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ عورت کو طلاق دے۔ دوسرے یہ کہ عدالت میں جا کر سزا دلا دے۔ تیسرے یہ کہ وہ پوشیدہ طور پر خود ہی کوئی اسکو سزا دیدے۔ پس ان تینوں صورتوں میں ہر شریف عورت آخری صورت کو ہی پسند کریگی۔ جس سے نہ اسکی خاوند سے علیحدگی ہوگی اور نہ عدالت میں جا کر ہمیشہ کے لئے اپنے ناموس کو بدنام کریگی۔

اس اعتراض کے جواب میں کہ پھر ایسی صورت میں عورت کو کیوں مرد کو مارنے کی اجازت نہیں دی گئی؟ مولوی صاحب موصوف نے لکھا کہ مرد اور عورت کے جسمانی قویٰ میں فرق ہے۔ اسلئے اگر عورت کو مارنے کی اجازت دیجاتی تو مارنے کی بجائے ہمیشہ مار کھاتی۔ کیونکہ جب کسی کو مارا جاوے تو مقابلہ کرنا طبعی تقاضا ہے۔ ایسی صورت میں یہ اجازت اور قانون بے معنی اور بے فائدہ ہوتا۔

پس فطرت کے مطابق یہی بات ہے جو اسلام نے پیش کی ہے۔ ہاں اگر عورت مرد کے ساتھ رہنے میں دشواری محسوس کرے تو وہ طلاق لے سکتی ہے جسکی راہ اسلام میں کھلی ہے ۔

شراب کی ممانعت اور اسلام کی صداقت

واثمھما اکبر من نفعھما۔ شراب کے نقصانات اسکے منافع سے زیادہ ہیں۔ یہ وہ صداقت ہے جس کا اظہار قرآن کریم نے آج سے تیرہ سو سال قبل کیا اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا اقرار دنیا اب کر رہی ہے۔ چنانچہ امریکہ نے تو قانوناً ہی شراب خوری کو منع کر دیا ہے۔

اور یورپین سائنسدان بھی اسی نتیجہ پر پہنچ رہے ہیں۔ ذیل میں کیمبرج یونیورسٹی کے ایک پروفیسر ڈبلیو ای ڈکسن کی رائے درج کی جاتی ہے:-

شراب کا اثر دماغ کے مرکزی حصوں پر پڑا کرتا ہے۔ اسکے استعمال سے باوجود بے اعتدالیوں کے انسان اپنے آپ کو اچھی حالت میں سمجھتا ہے۔ اور اعمال کے نتائج پر نگاہ کم ہوتی جاتی ہے۔ اسکے پینے والوں کا تخیل تیز ہو جاتا ہے۔ اپنی ذات پر بڑا بھروسہ ہو جاتا ہے۔ حیا کم ہو جاتی ہے۔ نفس پر حکومت کم رہ جاتی ہے۔ اور ان کی حرکات میں گو بظاہر بہت چستی اور زندگی کے آثار نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں ان میں کوئی وقار نہیں رہتا ان لوگوں کو اپنے الفاظ کی خوبصورتی پر بڑا یقین ہوتا ہے اور ہر معاملہ میں فوراً اپنا فیصلہ دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کے الفاظ کی خوبصورتی محض ایک نفس کا دھوکہ ہوتا ہے اور دیکھنے والوں کو فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ الفاظ اور فقرات بے محل اور غیر موزون ہیں اور اگر ان کے چمکیلے کلام کی تفتیش کی جاوے تو وہ بے حقیقت اور بے نتیجہ معلوم دیتا ہے۔ یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ اگر شراب اس مقدار میں پی جاوے جس سے نشہ نہ پیدا ہو اس سے توجہ۔ قوت فیصلہ اور دماغ کے اعلیٰ حصے کمزور ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح مسٹر سی بی۔ ہیکس۔ ایم آر سی۔ ایس۔ ایل آر سی پی نے برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ شراب ایک صدیوں کی پرانی دشمن چیز ہے۔ اور جو آدمی بلا تمیز اور بغیر سوچے سمجھے اسکو تجویز کرتا ہے وہ میڈیکل سائنس کے عملی میدان میں بہت پیچھے ہے۔ شراب کا استعمال دن بدن بُرا سمجھا جا رہا ہے اور کم کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۱۳ء سے لیکر سنہ ۱۹۲۳ء تک اسکے استعمال کی مقدار میں بڑا فرق پڑا ہے۔ لنڈن کے بڑے تعلیمی ہسپتالوں میں اس کی اوسط فی بیمار اتنے عرصہ میں بجائے ساڑھے نو اونس کے پونے نو اونس رہ گئی ہے۔ اور صوبجات میں پونے نو سے ڈیڑھ اونس تک اوسط پہنچ گئی ہے اٹلی میں پاڈوا کے سول ہسپتال میں سنہ ۱۹۲۳ء میں ایک قطرہ بھی شراب استعمال نہیں کی گئی۔ اور برنی کے ہسپتال میں ۸۰۸۴ بیمار کے لئے ۱۱۲۳۳۷ فرانکس شراب پر خرچ ہوئے اور سنہ ۱۹۲۳ء میں ۸۰۵۸ بیماروں پر صرف ۹۰۹۵ فرانکس خرچ ہوئے ہیں۔ حالانکہ شراب کی قیمت بھی بڑھ گئی ہے۔

(۱۴)

انگلستان اور ویلز کے نقشہ پیدائش سے ظاہر ہے کہ سنہ ۱۸۴۱ء سے سنہ ۱۸۷۵ء تک فی ہزار ۳۲ کے حساب سے بڑھ رہی تھی سنہ ۱۸۷۵ء تک یہ تعداد ۳۵ فی ہزار تک پہنچ گئی اسکے بعد سنہ ۱۸۷۶ء سے کمی رونما ہونے لگی یہاں تک کہ سنہ ۱۹۰۶ء میں ۲۶ رہ گئی اور سنہ ۱۹۲۴ء میں ۱۹ فی ہزار رہ گئی۔

عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت بھی سنہ ۱۸۷۶ء میں ہوئی اور یہی وہ سن ہے جسمیں یہ کمی رونما ہونے لگی۔

چند کارآمد حوالے

(نوشتہ مولوی اللہ دتا صاحب مولوی فاضل جالندھری)

(۱)

"العاقب" کے معنی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اپنا نام "العاقب" قرار دیا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے۔ "والعاقب الذی لیس بعدہٗ نبی" یعنی عاقب وہ ہوتا ہے۔ کہ جس کے بعد نبی نہ ہو۔ ان الفاظ کو بعض ناواقف غیر احمدی و غیر مبائع آنحضرت صلعم کے الفاظ قرار دیکر "عاقب" کے معنی خلاف شان رحمۃ للعالمین کرتے ہیں۔ جیسا کہ مولوی محمد علی صاحب امیر اہل پیغام نے بھی تحریر فرمایا ہے "اور میں عاقب ہوں کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں" (رسالہ آخری نبی صفحہ ۱۴)

"العاقب" کی مندرجہ بالا تفسیر کے متعلق مندرجہ ذیل حوالہ یاد رکھنا چاہیئے۔ لکھا ہے:- "الظاہر ان ھذا التفسیر للصحابی او من بعدہٗ وفی شرح مسلم قال ابن الاعرابی العاقب الذی یخلف فی الخیر من کان قبلہ ومنہ عقب الرجل لولدہٖ" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۳۷۶)

"یہ بات واضح ہے۔ کہ "العاقب" کی یہ تفسیر کسی صحابی یا تابعی نے کی ہے۔ آنحضرت صلعم نے نہیں فرمائی۔ اسی لئے شرح مسلم میں علامہ ابن الاعرابی نے کہا ہے۔ کہ "عاقب" اس کو کہتے ہیں جو اپنے بزرگوں کے محامد و اوصاف کا جامع ہو۔ اسی لئے بیٹے کو عقب کہا جاتا ہے"۔ گویا فقرہ "الذی لیس بعدہٗ نبی" آنحضرت صلعم کا ارشاد نہیں۔ بلکہ کسی نے "عاقب" کے یہ معنی خیال کر کے بیان کر دیئے۔ اور اسکے دوسرے معنی بھی کیئے گئے ہیں۔ جو ان معنوں سے اعلیٰ اور زیادہ موزون ہیں۔

(۲)

"کسر صلیب" کے الہامی معنی

احادیث میں مسیح موعود کے لئے "یکسر الصلیب" کے الفاظ لکھے ہیں فصاحت و بلاغت اور طرز فصحاء سے ناواقف غیر احمدی اسکے معنوں میں باہم سے اختلاف رکھتے ہیں اور وہ اسکے معنی یہی کرتے ہیں۔ کہ مسیح موعود لکڑی کی صلیبوں کو توڑتا پھریگا۔ ان کی آگاہی کے لئے سلف صالحین کے الہامی معنے درج ذیل ہیں۔ علامہ بدر الدین شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں:-

"فُتِحَ لِی ھُنَا مَعْنًی مِنَ الْفَیْضِ الْاِلٰھِی وَھُوَ اَنَّ الْمُرَادَ مِنْ کَسْرِ الصَّلِیْبِ اِظْھَارُ کِذْبِ النَّصَارٰی حَیْثُ ادَّعَوْا اَنَّ الْیَھُوْدَ صَلَبُوْا عِیْسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی الْخَشَبِ فَاَخْبَرَ اللہُ تَعَالٰی فِی کِتَابِہِ الْعَزِیْزِ بِکِذْبِھِمْ وَافْتِرَائِھِمْ" (عینی شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۵۸۸ مطبوعہ ...)

سیجار" اس جگہ مجھے الہاماً بتایا گیا۔ کہ دکسر صلیب" سے مراد نصاریٰ کے جھوٹ کا اظہار ہے۔ کیونکہ انہوں نے دعویٰ کیا۔ کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کو سولی پر مار دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں انکے کذب و افتراء کی خبر دیدی ہے۔"

(۴۳)

دجال کن معنوں سے کانا ہے؟

احادیث میں لکھا ہے کہ دجال اعور اور ممسوح الیمنیٰ ہوگا۔ اس کے غلط معنی لیکر غیر احمدی اعتراض کیا کرتے ہیں۔ اسکے صحیح معنی درج ذیل ہیں۔ علامہ ابوالقاسم راغب فرماتے ہیں "وقد روی ان الدجال ممسوح الیمنیٰ و عیسیٰ ممسوح الیسریٰ قال و یعنی بان الدجال قد مسحت عنہ المعانی المحمودۃ من العلم والعقل والحلم والاخلاق المحمودۃ و ان عیسیٰ مسحت عنہ المعانی الذمیمۃ من الجہل والشرہ والحرص وسائر الاخلاق الذمیمۃ۔" (مفردات راغب برحاشیہ نہایہ ابن الاثیر جلد ۴ صفحہ مطبوعہ مصر) ترجمہ۔ کہ دجال کے کانا ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ صفات حمیدہ سے عاری ہوگا اور اخلاق سے بے بہرہ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ممسوح الیسریٰ ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ صفات ذمیمہ ان سے دور کیے گئے ہونگے اور وہ اخلاق قبیحہ سے پاک ہونگے وبس۔

(۴۴)

کیا نبی بعد وفات دوسری جگہ لیجایا جا سکتا ہے؟

بعض لوگ ابن ماجہ کی حدیث "ما قبض نبی الا دفن حیث یقبض" پیش کرکے اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اگر حضرت مرزا صاحب نبی برحق ہوتے۔ تو چاہیئے تھا کہ آپ اسی جگہ دفن کیے جاتے جس جگہ آپ فوت ہوئے تھے۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں اول یہ حدیث ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کا ایک راوی الحسین بن عبد اللہ ہے۔ اسکے متعلق لکھا ہے:۔ "ترکہ احمد بن حنبل و علی بن المدینی والنسائی وقال البخاری یقال انہ کان یتہم بالزندقۃ" (حاشیہ علامہ سندی بر ابن ماجہ صفحہ ۲۵ مطبوعہ مصر) کہ "امام احمدؒ علی بن المدینی اور امام نسائی نے اسکو متروک قرار دیا ہے اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ اسکو زندیق کہا جاتا تھا۔"

دوم۔ اگر اس حدیث کو صحیح بھی تسلیم کیا جاوے۔ تب بھی اعتراض غلط ہے۔ کیونکہ یہ

بات آنحضرت صلعم سے خاص ہے۔ اور تمام انبیاءؑ کے متعلق یہ قاعدہ نہیں چنانچہ لکھا ہے۔
"روی ان یعقوب صلوات اللہ علیہ مات بمصر فحمل الی ارض الشام وموسیٰ علیہ السلام حمل تابوت یوسف علیہ السلام بعد ما اتی علیہ زمان الی ارض الشام من مصر" (بحر الرائق شرح کنز الدقائق جلد ۲ صفحہ ۲۱ مصری) "کہ حضرت یعقوبؑ مصر میں فوت ہوئے۔ انکو ملک شام میں لے جایا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مدت کے بعد حضرت یوسفؑ کا تابوت مصر سے شام میں لیگئے"۔
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یوسف علیہ السلام کا تابوت لیجانے کا واقعہ تفسیر روح البیان میں بھی درج ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔ "ان موسیٰ استخرج تابوت یوسف من قعر النیل بالوحی وھو اول علم اوجدہ اللہ بنفسہ وعلمہ آدم علیہ السلام فتوارثہ الانبیاء آخراً عن اول ثم انہ حملہ حتیٰ دفنہ بالشام"۔ (روح البیان جلد ا صفحہ ۹) یعنی حضرت موسیٰؑ نے دریائے نیل کی تہ سے علم وحی کے ذریعہ یوسف علیہ السلام کا تابوت نکالا۔ اور لیجاکر شام میں دفن کیا۔
پس اس حدیث سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

:(۵):

شعر سے کیا مراد ہے بعض غیر احمدی آیت "وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ" کو پیش کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار پر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ شعر منافی نبوت ہے۔ اور مرزا صاحب نے شعر کہے ہیں۔ پس مرزا صاحب نبی نہیں۔
اسکے لئے یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ شعر سے اس جگہ کلام موزون مراد نہیں۔ کیونکہ کفار عرب باوجود آنحضرت صلعم کے ایسے شعر نہ کہنے کے آپ کو شاعر قرار دیکر پکارتے ہیں۔ چنانچہ ان کا قول ہے۔ "ائنا لتارکوا آلھتنا لشاعر مجنون" (صافات ع ۲) کہ کیا ہم اپنے بتوں کو ایک شاعر اور مجنون کے کہنے سے چھوڑ دینگے؟
اور پھر آنحضرت صلعم نے کئی دفعہ کلام موزون تو کہا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا:۔

ما انت الا اصبع دمیت ÷ وفی سبیل اللہ ما لقیت
(بخاری کتاب المغازی)

الغرض اس جگہ شعر سے مراد کذب اور غلط بیانی اور جھوٹ کو سچ کر دکھانا ہے۔ اور انہی معنوں سے کفار آپ کو شاعر کہتے تھے۔ اور اسی کو آیت محولہ میں نفی کی گئی ہے۔

اور محققین نے اسی کو مانا ہے۔ چنانچہ منطق کے امام علامہ سید شریف تحریر فرماتے ہیں:-

" و مرتبة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تنافی ان یغلط و تعالی ان یغلط والشعر وان کان مفیداً للخواص والعوام فان الناس فی باب الاقدام والاحجام اطوع للتخییل منھم للتصدیق الا ان مدارہ علی الاکاذیب و من ثمة قیل احسن الشعر اکذبہ فلا یلیق بالصادق المصدوق کما یشعر بہ قولہ تعالیٰ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ " (الحاشیة الکبریٰ علی شرح المطالع ص ۲۴ و ۵ مطبوعہ مصر)

یعنی آنحضرت صلعم کی شان اس سے ارفع ہے کہ آپ مغالطہ دیں اور شعر اگرچہ مفید ہے کیونکہ لوگ آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے میں تصدیق کی نسبت تخیل کے زیادہ تابع ہوتے ہیں۔ مگر شعر کا مدار جھوٹے مقدمات پر ہوتا ہے۔ اور اسی لئے کہتے ہیں احسن الشعر اکذبہ۔ پس چونکہ کذب شعر کی جزو غالب ہوتی ہے۔ اس لئے آنحضرت صلعم کی شان کے شایاں نہ تھا جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہٗ۔ انتہیٰ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس قسم کا شعر کبھی استعمال نہیں کیا۔ یا فاعتبروا یا اولی الابصار۔

-:(۶):-

انه لعلم للساعة سے کون مراد ہے؟

لکھا ہے " قال مقاتل بن سلیمان ومن تابعه من المفسرین فی تفسیر قوله تعالیٰ وانه لعلم للساعة قال هو المهدی یکون فی آخر الزمان وبعد خروجه تکون امارات الساعة " (نبراس شرح عقاید ص ۴۴۴ حاشیہ)

کہ علامہ ابن سلیمان اور بعض دیگر مفسرین نے کہا ہے۔ کہ انه لعلم للساعة سے مراد مہدی ہے۔ جو آخری زمانہ میں ہوگا۔ اور بعد از اں نشانات قیامت ہونگے۔

-:(۷):-

کیا نبی الہام الٰہی کے سمجھنے میں غلطی کر سکتا ہے؟

کتب عقاید میں لکھا ہے:-

" ان النبی صلعم قد یجتهد فیکون خطأ کما ذکرہ الاصولیون وکان النبی صلی اللہ علیه وسلم یشاور الصحابة فیما لم یوح الیه وهم یراجعونه فی ذلک ... ورد فی الحدیث: اذا حدثتکم عن اللہ سبحانه فهو حق وما قلت فیه من قبل نفسی فانما انا بشر اخطیٔ واصیب ذکرہ القاضی عیاض " (نبراس شرح الشرح لعقاید نسفی ص ۳۹۲)

ترجمہ:- کہ آنحضرت صلعم اجتہاد کرتے تھے۔ وہ کبھی غلط بھی ہوتا تھا جیسا کہ اصولیوں نے بیان کیا ہے۔ اور آنحضرت صلعم ان امور میں جن میں آپ کو وحی نہ ہوتی تھی صحابہ رضؓ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ اور وہ آپ کی رائے میں مراجعت کیا کرتے تھے۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میں جو الٰہی کلام بیان کروں وہ حق ہے۔ ہاں اس الہام کی تفسیر میں جو میں خود کہوں۔ تو میں غلطی بھی کر سکتا ہوں۔ اور وہ تفسیر ٹھیک بھی ہو سکتی ہے کیونکہ میں تو بشر ہی ہوں"۔

کتب عقائد میں اس صریح اور واضح حدیث کے ہوتے ہوئے جو لوگ حضرت مسیح موعودؑ کی اجتہادی غلطی کو جھوٹ قرار دیا کرتے ہیں وہ کہاں تک حق پسند اور منصف کہلا سکتے ہیں؟

:- (۸) :-

کیا وعید الٰہی میں تخلف ہو سکتا ہے؟

جمیع مذاہب۔ اور فقہائے اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ وعید الٰہی میں کسی مخفی شرط کی وجہ سے تخلف ہو سکتا ہے اور اس سے کذب باری لازم نہیں آتا۔ اِلّا من سَفِہَ نفسہ۔ چنانچہ لکھا ہے:- والاصل فی ھذا علیٰ ما قال الواحدی انّ اللہ عزوجل یجوز ان یخلف الوعید وان امتنع ان یخلف الوعد وبھذا وردت السنۃ ففی حدیث انس رضی اللہ عنہ انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من وعد اللہ تعالیٰ علی عملہ ثواباً فھو منجز لہ ومن اوعدہ علی عملہ عقاباً فھو بالخیار ومن ادعیۃ الائمۃ الصادقین یامن اذا وعد وفا واذا توعد عفا وقد افتخرت العرب بخلف الوعید ولم تعدہ نقصاً کما یدل علیہ قولہ ؎

وانی اذا اوعدتہ او وعدتہ ٭ لمخلف ایعادی ومنجز موعدی"

(تفسیر روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ مطبوعہ مصر)

"اللہ تعالیٰ کی وعیدی پیشگوئیوں میں وہی اصل ہے جو کہ علامہ واحدی نے بیان کیا ہے یعنی یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعید میں تخلف فرمائے اگرچہ وعدہ میں تخلف ممتنع ہے۔ اور احادیث سے بھی یہی ثابت ہے جیسا کہ حضرت انس رضؓ کی روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ اگر کسی سے اللہ تعالیٰ ثواب کا وعدہ کرے تو وہ اسکو ضرور پورا کرتا ہے۔ ہاں عذاب کے وعید کی صورت میں وہ مختار ہے۔ کبھی سزا دیدیتا ہے اور کبھی نہیں۔ اور ائمہ صادقین

کی دعاؤں میں سے یہ دعا بھی ہے۔ کہ اے وہ ذات جب وعدہ کرے تو پورا کرے اور جب وعید کرے تو معاف فرماوے۔ اور اہل عرب تخلف وعید پر فخر کیا کرتے ہیں اور اسکو کوئی نقص شمار نہیں کرتے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے۔ کہ میں جب وعید کرتا ہوں تو اس میں تخلف اختیار کرتا ہوں۔ اور وعدہ کر کے اس کو پورا کرتا ہوں۔"

افسوس کہ ان مسلمات کے باوجود فیج اعوج کے کہلانے والے علماء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض وعیدی پیشگوئیوں میں تخلف پر دن رات اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ اور اس تخلف کو آپ کے کاذب ہونے کی دلیل گردانتے ہیں۔

:۔(۹):۔

علماء زمانہ اور مہدی معہودؑ | حضرت محی الدین ابن عربی اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں:۔ "طریق علمنا الاخبار" (جلد ۳ صفحہ ۳۶۹) کہ ہمارے علم کا ذریعہ احادیث و اخبار ہی ہیں۔ اور پھر اسی کتاب میں آگے تحریر فرماتے ہیں:۔ "واذا خرج ھذا الامام المھدی فلیس لہ عدو مبین الا الفقھاء خاصۃ فانہ لا یبقی لھم ریاسۃ ولا تمییز عن العامۃ" (فتوحات مکیہ جلد ۳ صفحہ ۳۷۴) کہ جب امام مہدی نکلیگا۔ تو اسکے اشد ترین و بدترین دشمن علماء زمانہ ہی ہونگے۔ کیونکہ اسکو مان کر ان کی سرداری جاتی ہے اور نہ ہی انکو عوام سے امتیاز رہتا ہے۔"

پس علماء کا حضرت مہدی دوران کی مخالفت پر آمادہ ہونا اسکے کاذب ہونیکی علامت نہیں بلکہ اس کی صداقت کا زبردست ثبوت ہے۔

:۔(۱۰):۔

خاتم النبیین کے معنی | غیر احمدی اور غیر مبایع دوست لفظ "خاتم النبیین" کے معنی سب سے آخری نبی کہا کرتے ہیں۔ لیکن یہ معنی محاورہ عرب سے ثابت نہیں بلکہ اسکے برخلاف ثابت ہیں۔ یعنی اس قوم کا کامل فرد۔ چنانچہ ابو تمام شاعر کی وفات پر حسن بن وہب شاعر نے مرثیہ کہا اور اس میں ایک شعر میں اس کو خاتم الشعراء قرار دیا ہے چنانچہ کہتا ہے ؎

فُجِعَ القَرِیضُ بخاتم الشعراء ❊ وغدیرِ روضتِھا حبیبِ الطائی

(وفیات الاعیان لابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ مصر)

کیا ابو تمام کے بعد کوئی شاعر نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہے۔ تو "خاتم الشعراء" کے کیا معنی ہوئے؟ پس اہل عرب کے نزدیک محاورہ زبان کے مطابق خاتم النبیین کے معنی ہرگز سب سے آخری نبی کے نہ ہونگے۔

:(۱۱):

مسیح کو رفعت مکانی حاصل نہیں ہوئی!

علامہ رازی لکھتے ہیں:۔ "واعلم ان ھذہ الآیۃ تدل علی ان رفعہ فی قولہ "ورافعک الی" ھو الرفعۃ بالدرجۃ والمنقبۃ لا بالمکان والجھۃ کما ان الفوقیۃ فی ھذہ الآیۃ لیست بالمکان بل بالدرجۃ والرفعۃ" (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۹۱ مطبوعہ مصر) جان لے! کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ "رافعک الی" میں حضرت مسیحؑ کے جس رفع کا ذکر ہے۔ وہ مرتبہ اور درجات کا رفع ہے نہ کہ رفع مکانی۔ جس طرح کہ اس آیت میں فوقیت مکانی نہیں ہے بلکہ مرتبہ کی فوقیت مراد ہے انتہیٰ۔

:(۱۲):

تقدیر مبرم بھی ٹل سکتی ہے!

علامہ یافعی فرماتے ہیں:۔ "روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الصدقۃ لتدفع البلاء المبرم النازل من السماء" (روض الریاحین برحاشیہ قصص الانبیاء صفحہ ۲۶۴) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ تقدیر مبرم کو بھی جو آسمان سے آتی ہے دُور کر دیتا ہے"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے:۔ "ان قصارا مرّ علی عیسٰے علیہ السلام مع جماعۃ من الحواریین فقال لھم عیسٰے احضروا جنازۃ ھذا الرجل وقت الظھر فلم یمت فنزل جبریل فقال الم تخبرنی بموت ھذا القصار فقال نعم ولکن تصدق بعد ذلک بثلاثۃ ارغفۃ فنجا من الموت" (روح البیان جلد ۱ صفحہ ۲۵۵ مطبوعہ مصر) "ایک دھوبی حضرت عیسیٰؑ اور حواریوں کے پاس سے گذرا۔ حضرت عیسیٰؑ نے ان سے کہا ظہر کے وقت اس شخص کے جنازہ پر حاضر ہو۔ لیکن وہ نہ مرا جب جبرائیل آئے تو حضرت عیسیٰ نے کہا۔ کیا آپ نے اس دھوبی کی موت کی خبر نہ دی تھی۔ اس نے کہا ہاں دی تو تھی لیکن اس نے اسکے بعد تین روٹیوں کا صدقہ کر دیا اور موت سے بچ گیا۔

:(۱۳):

سب وعیدی پیشگوئیاں مشروط ہوتی ہیں

خطیب الری علامہ فخر الدینؒ وعد اور وعید کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ ان الوعد حق علیہ والوعید حق لہٗ ومن اسقط حق نفسہ فقد اتی بالجود والکرم ومن اسقط حق غیرہٖ فذالک ھو اللؤم فظھر الفرق بین الوعد والوعید وبطل قیاسک وانما ذکرتُ ھذا الشعر لایضاح ھذا الفرق فاما قولک لو لم یفعل لصار کاذبا ومکذبا نفسہ فجوابہ ان ھذا انّما یلزم لو کان الوعید ثابتاً

جزماً من غیر شرطٍ وعندی جمیع الوعیدات مشروطةٌ بعدم العفو فلا یلزم من ترکه دخول الکذب فی کلام اللہ تعالیٰ"۔ (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ مصر) "تحقیق وعدہ اللہ پر حق پر ہوتا ہے اور وعید اللہ کا حق ہوتا ہے۔ اور جو اپنے حق کو چھوڑ دے تو وہ سخی اور کریم سمجھا جائیگا اور غیر کا حق ساقط کر دینا کمینگی ہے پس وعدہ اور وعید کے درمیان فرق واضح ہے (یعنی وعید میں تخلف کرنا اللہ تعالیٰ کے کرم پر دلالت کرتا ہے ناقل) اور اسی فرق کے بیان کرنے کے لئے مَیں نے شعر مذکور پیش کیا ہے۔ ہاں تمہارا یہ کہنا کہ وعید کو جب خدا تعالیٰ نے پورا نہ کیا تو وہ کاذب ٹھیرا اور اپنے آپکا مکذب بھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کذب باری تب لازم آتا جبکہ وعید بغیر شرط کے ثابت ہوتا اور میرے نزدیک سب وعیدی پیشگوئیاں مشروط ہوتی ہیں اس شرط کے ساتھ کہ خدا تعالیٰ عفو نہ کرے تب پوری ہونگی۔ پس تخلف وعید سے کلام اللہ کا کاذب ہونا لازم نہیں آتا"۔

علامہ موصوف کی عبارت محتاج تشریح نہیں۔ حق کے طالبوں کے لئے کافی ووافی ثبوت ہے۔

(۱۴)

کیا حضرت علیؓ بھی وفات مسیحؑ کے قائل تھے؟

آیت واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیۃ (آل عمران ع) کی تفسیر میں لکھا ہے: "عن علی بن ابی طالب قال لم یبعث اللہ عزوجل نبیاً آدم فمن بعدہ الا اخذ علیہ العھد فی محمد لئن بُعِثَ وھو حیٌّ لیؤمنن به ولینصرنه" (تفسیر ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۳۳) حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے لیکر آنحضرت صلعم تک کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا۔ مگر اس سے آنحضرت صلعم کے متعلق یہ عہد لیا ہے کہ اگر نبی کریمؐ اسکی زندگی میں مبعوث ہوں تو وہ آپؐ پر ایمان لائے اور آپکی مدد کرے"۔

حضرت عیسیٰؑ کی زندگی میں آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے (بزعم غیر احمدیاں) مگر انہوں نے آنحضرت صلعم کی کوئی مدد نہ کی۔ نہ ہی جنگوں میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے اور نہ اور کسی طرح سے مدد کی۔ اب یا تو حضرت عیسیٰؑ نے اس عہد کو پورا نہ کیا۔ یا وہ زندہ ہی نہ تھے۔ پہلی صورت محال ہے۔ کیونکہ اس سے انپر بڑا سخت الزام وارد ہوتا ہے۔ فتعیّن الثانی وھو المطلوب اور حضرت علیؓ بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے چنانچہ انکا شعر بھی ہے:

کان النبی ولم یخلد لامتہ ❊ لو خلد اللہ خلقاً قبلہ خلد

آنحضرتؐ آئے اور امت میں ہمیشہ نہ رہے۔ اگر آپ سے پہلے کا کوئی انسان زندہ ہوتا تو آپ بھی زندہ رہتے ❊ اس کی زائد کاپیاں جناب جان محمد صاحب میانجی (شرقی افریقہ) کے خرچ پر منشی عبدالرحمان کشمیری پرنٹر

[illegible]

وصیت نمبر ۲۱۳۷ } میں ڈاکٹر حاجی خان ولد احمد خان قوم پٹھان ساکن کراچی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں (۱) میرے مرنیکے وقت جسقدر میری جائداد ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاویگی (۳) میری موجودہ جائداد صرف ایک جدی مکان پختہ مشترکہ واقعہ سولجر بازار کراچی ہے جسکے ۱/۵ حصہ کا میں مالک ہوں۔ المرقوم ۲۴/۲ ۲۵ حاجی خان بقلم خود۔ گواہ شد محمد ابراہیم بقاپوری۔ گواہ شد اکبر علی انسپکٹر ورکس ریلوے سکرٹری انجمن احمدیہ حیدرآباد سندھ۔

وصیت نمبر ۲۲۳۲ } میں سردار بیگم زوجہ سید محمد افضل شاہ ساکن راہوں ضلع جالندھر۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد اسوقت زیور قیمتی ۵۰۰ روپیہ کا ہے مہر میں خرچ کرچکی ہوں لہذا میں جائداد مذکورہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرکے آیندہ کیلئے بھی یہ وصیت کرتی ہوں کہ اگر میری وفات پر کوئی اور جائداد میری ملک میں ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی جائداد یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاویگی۔ المرقوم ۲۴/۱۲ ۱۷ موصیہ سردار بیگم گواہ شد محمد افضل شاہ خاوند موصیہ گواہ شد بدرالدین احمدی۔

وصیت نمبر ۲۲۰۱ } میں ولایت حسین ولد سردار خان ساکن قادیان ضلع گورداسپورہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں (۱) میری اسوقت جائداد منقولہ و غیر منقولہ ایک مکان ہی جو محلہ دارالفضل میں واقعہ ہے۔ موجودہ وقت کے لحاظ سے قیمتی الف ۱۰۰۰ روپیہ ہے میں اسکا ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اگر میرے مرنے پر کوئی اور جائداد بھی میری ملک میں ثابت ہو تو اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاوے گی۔ فقط والسلام ۲۴/۹ ۲۲ ولایت حسین دکاندار۔ گواہ شد عطاء اللہ قاضی مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان۔ گواہ شد شیخ نذیر احمد مختار عام حضرت صاحب۔

وصیت نمبر ۲۱۹۴ } میں مسماۃ بی بی حلیمہ زوجہ مولوی اختر علی صاحب احمدی مسلمان سکنہ بھاگل پور محلہ رام سر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں (۱) میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائداد ہو اسکے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جاویگی (۳) میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے (۱) مہر ایکہزار روپیہ (۲) زمین جوت تخمیناً پچاس بیگہ جسمیں چار بیگہ مالکانہ بھی ہے موسومہ جاگیر راحت واڈیہار واقعہ موضع بیہار پور تھانہ شاہ کنڈ قیمتی اندازی دو ہزار روپیہ (۳) نصف حصہ باغ قلم آم وغیرہ جو تخمیناً ۵ بیگہ ہے واقعہ محلہ رکاب گنج شہر بھاگلپور قیمتی اندازی ایکہزار روپیہ (۴) زیورات قیمتی پانصد روپیہ۔ المرقوم ۲۴/۹ ۱۴ - بی بی حلیمہ خاتون بقلم خود موصیہ گواہ شد نورالحسن بقلم خود گواہ شد اختر علی بقلم خود گواہ شد محمد عیسیٰ بقلم خود گواہ شد محمد ایوب بقلم خود گواہ شد محمد اسمٰعیل بقلم خود۔

یہ رسالہ انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے ہوتا ہے۔